

سلسلہ مطبوعات مجلس  
۱۱۳

نئی دُنیا (امریکہ) میں

# صاف صاف باتیں

دورہ امریکہ و کینیڈا (مئی۔ جون ۱۹۷۷ء) کے موقع پر

مولانا ابوالحسن علی ندوی

کی اہم تقریروں اور خطبات کا فکر انگیز مجموعہ، مغربی تہذیب و امریکی معاشرت کا جائزہ،  
تجزیہ و مطالعہ۔ امریکہ کے مقیم مسلمانوں کے بارے میں مشورے، تجربے اور اندیشے

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام

لکھنؤ

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

## بارسوم

۱۴۳۲ھ - ۲۰۱۱ء

نام کتاب	:	نئی دنیا (امریکہ) میں صاف صاف باتیں
نام مصنف	:	مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی
صفحات	:	۱۳۴
تعداد اشاعت	:	۱۱۰۰
کتابت	:	ظہیر احمد کاکوری
طباعت	:	کاکوری آفسیٹ پریس، لکھنؤ
قیمت	:	۸۰ روپے

طابع و ناشر

## مجلس تحقیقات و نشریات اسلام

پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹، ندوہ کیمپس، لکھنؤ

فون نمبر: 0522-2741539، فیکس نمبر: 0522-2740806

# نئی دنیا (امریکہ) میں صاف صاف باتیں

۱۳۳۲ھ - ۲۰۱۱ء

- اردو ————— تیسرا ایڈیشن ————— لکھنؤ
- اردو ————— دوسرا ایڈیشن ————— کراچی
- انگریزی ————— لکھنؤ (ذیر طبع)
- امریکہ میں لگی گئی عربی تقریروں کا مجموعہ ————— قاہرہ - بیروت



# فہستہ

صوف آغاز

۹

## مغربی تہذیب اور امریکی زندگی

مطالعہ - تبصرہ - تجزیہ

۱۳ - ۲۳

۱۵

امریکہ میں مجھے کیا لگا کیا نہیں لگا؟  
مشینوں کی بہار علم و صنعت کی ترقی آدمیت کا زوال

۱۵

انسان حقا

۱۸

مشینوں کی بہار

۲۰

قض زریں کے اسیر

۲۱

نور ایک ہے اور ظلمتیں بے شمار

۲۲

عیسائیت یورپ کے لئے ناموزوں

۲۵

مشینوں کا غلام

۲۶

اپنی شخصیت تحلیل نہ ہونے دیں

۲۷

اپنے ترلے ہوسے جنوں کے غلام

۲۷

آذکرہ میں ابراہیم کی نیابت

۲۹

کہاں ہیں مسلمان؟

۳۰

صرف اسلام ہی دینِ فطرت ہے

۳۱

انسان کا دریافت کیجئے

۳۳

آپ یہاں مسلمان کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔

۳۵

اس خطہ زمین کو دینِ فطرت کی نعمت ملتی تو۔ دنیا کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔ امریکہ بیک وقت خوش قسمت ہوتے۔

۳۸	جس نے مسجد کا شاموں کو گنگا دیا
۴۰	مناسب ترین مذہب
۴۴	کلیسائے علم و عقل کی راہ رو کی
۴۵	مغربی تہذیب نے اپنا عمل پورا کر لیا ہے
۴۶	امید کا ایک کرن
۴۷	آپٹائی کا مقام رکھتے ہیں
۵۳	امریکہ کی کوششیں اور فیاضیاں حائل ہو رہی ہیں اور وہ سخت خطروں سے دوچار ہے
۵۴	اس کو آج نبوت کی درمی ہوئی تعلیمات کی ضرورت ہے۔
۵۴	یہاں کس چیز کی کمی ہے؟
۵۷	امریکہ کو کونسا دوست نہیں
۵۹	پیغمبروں اور ان کے پیروں نے غلوں کے ساتھ انسانیت کی خدمت کا اور وہ محبوب بن گئے
۵۹	امریکہ صحیح آسانی مذہب سے محروم ہے
۶۰	اگر امریکہ ایسا ہی ذہن رکھتا؟
۶۱	مسیحیت کی ناکامی
۶۲	اسلام ہی متوازن و جامع تعلیمات کا حامل ہے
۶۲	مخزن عیسائیت
۶۳	اہل امریکہ کے نام پیغام
۶۴	اسلام کا پیغام پہنچائیے

## امریکہ کے مقیم مسلمان

اندیشے - امیدیں - مشورے

۶۵ - ۱۳۹

۶۷	مسلمان کا مقام اور پیغام - توہما کا ہے شکاری ابھی ابتدا ہے تیری
۷۹	اس سے خبردار رہئے کہ کوئی امریکی یا یورپی اسلام پیدا ہو جائے
۹۲	امریکہ اور کینیڈا میں مقیم مسلمانوں کی ذمہ داریاں اور فرائض

۹۲	ذرائع اور مقصد
۹۳	اصل مقصد اللہ کی بندگی!
۹۵	حصہ نوز کی ہجرت
۹۶	مسترت اور تشویش
۹۹	چند عبرت انگیز واقعات
۱۰۰	دوہرا خطرہ
۱۰۱	دعوت کا کام کرنے والوں کے درمیان خوشگوار تعلق اور باہمی محبت کی خارجی ذریعہ سے نہیں پیدا کی جاسکتی
۱۰۱	مصنوی کوشش کارگر نہیں ہوتی
۱۰۲	انوت کا کوشش
۱۰۳	چند مثالیں
۱۰۴	عقیدے کی وحدت اور مقصد کا عشق
۱۰۶	مقصد کا عشق
۱۰۷	تیرہویں صدی ہجری کی تاریخ دعوت و عزیمت سے علوم و ایشیا کی دو مثالیں
۱۱۱	قرآن و سنت کی حیات آفرینی
۱۱۲	تفاسیرت سب سے بڑا المیہ
۱۱۳	اسلام کے فروغ کو مقصد بنائیے
۱۱۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دامن گیر ہوں گے
۱۱۵	اہل اللہ کا عمل
۱۱۵	اصل سرچشہ
۱۱۷	خواتین اسلام کی خدمت میں
۱۱۷	اسلامی معاشرت
۱۱۹	سائل بھی اور رسول بھی
۱۱۹	خدا کا نام بیگانوں کو بیگانہ بنا تا ہے
۱۲۱	ازدواجی زندگی ایک عبادت

۱۲۲	مذہبی تہذیب کا زوال شروع ہو گیا
۱۲۳	سکون کی تلاش
۱۲۳	احتیاج اور احترام
۱۲۵	ہر ترقی پر ایمان کی سلامتی کو ترجیح دیجیے۔ سلف صالحین کی خدمات کا امتزاج کیجئے اور ان سے محبت رکھئے
۱۲۵	ذمہ اندازہ نہ تو امن
۱۲۶	سب سے بڑا خسارہ ہے
۱۲۸	امریکی میں ولایت کا درجہ
۱۲۹	رضائے الہی
۱۳۰	دعا کا وزن
۱۳۱	اپنے دل کی بیٹری چارج کرتے رہیں
۱۳۲	سلف سے حسن ظن رکھئے
	اسلام کے دنیا میں اس وقت باقی اور محفوظ نہ رہنے میں ان سب لوگوں کا حصہ ہے جنہوں نے اس کی
۱۳۳	خدمت میں حصہ لیا
۱۳۵	صوفیاء کا کارنامہ
۱۳۶	اسلام و قرآن صدیوں تک ہمہ گیر رہے
۱۳۸	نمازوں کا اہتمام



## حرف آغاز

پیش نظر کتاب ان تقریروں کا مجموعہ ہے، جو ریاستہائے متحدہ امریکہ و کناڈا کے مختلف مقامات پر کی گئیں، شمالی امریکہ کا یہ دورہ وہاں کی مشہور مسلم تنظیم ایم، ایس، اے (MUSLIM STUDENTS ASSOCIATION AMERICA AND CANADA) کا دعوت پر ۱۹۷۷ء کے موسم گرما میں اس کی سالانہ کانفرنس منعقدہ بلومنگٹن (BLOOMINGTON) انڈیانا (INDIANA) کے موقع پر کیا گیا، اور ۱۲ مئی ۱۹۷۷ء سے شروع ہو کر ۲۱ اگست ۱۹۷۷ء کو ختم ہوا، ایم، ایس، اے کے ذمہ داروں نے کانفرنس کے اختتام پر شمالی امریکہ و کناڈا کے بیٹن دن کے دورہ کا پروگرام بنایا جس میں شمالی امریکہ و کناڈا کے تقریباً تمام اہم شہر، تہذیبی، صنعتی اور تعلیمی مرکز شامل تھے، جہاں مسلمان طلبہ و فضلا، اور زندگی کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والے ہندوستانی، پاکستانی اور عرب مسلمان معقول تعداد میں مقیم ہیں، یہ پروگرام مین ہاٹن نیویارک سٹی سے شروع ہو کر شکاگو پر ختم ہوا، شمالی امریکہ کے شہروں میں نیویارک سٹی، جی، ایس، ایف، فلاڈلفیا، بائٹن مور، بوٹن شکاگو، ڈٹرائٹ، ساٹ لیک سٹی، سان فرانسسکو، سان جوزے، لاس اینجلس (کیلیفورنیا) اور کناڈا میں مونتریال اور ٹورنٹو دورہ میں شامل تھے، ایم، ایس، اے کے مرتب کردہ پروگرام میں صرف واشنگٹن کا ہے اس دورہ کی تفصیل روداد اور پمپ اور پٹاز سلطنت سفر نامہ مصنف کے خواہر زادہ اور رفیق سفر مولوی سید محمد راج ندوی کے قلم سے دوہینے نئی دنیا (امریکہ) میں کے نام سے مرتب ہو چکا ہے، انشاء اللہ مقرب شاخ ہوگا۔

اضافہ ہوا، جہاں اس دورہ کے بعد جانا ہوا اور جہاں کے اسلامی منسٹر کی تقریریں مجموعہ میں شامل ہے۔

اس دورہ میں مجموعی طور پر ۲۰ تقریریں ہوئیں، جن میں سے اردو عربی تقریروں کی تعداد نصف نصف ہے، اس دورہ میں نصف کو امریکہ کی پانچ مشہور یونیورسٹیوں کو لیبیا یونیورسٹی (نیویارک) ہارورڈ یونیورسٹی (کیمبرج) وٹرائٹ یونیورسٹی (آن آربر) جنوبی کیلیفورنیا یونیورسٹی (لاس انجلس) اور اوتا یونیورسٹی (سالٹ لیک سٹی) میں بھی خطاب کرنے کا موقع ملا، یونائٹڈ نیشنز نیویارک کی حمایت کے ناز ہال اور ٹونٹوا اور ڈٹرائٹ کی جامع مسجدوں میں جمعہ کا خطبہ بھی دینا پڑا، ان تقریروں میں تعلیم یافتہ مسلمانوں (اصولاً امریکہ میں زیادہ تر) علیٰ تعلیم یافتہ مسلمان ہیں) اور ہندوستانی پاکستانی اور عرب نوجوانوں کی بڑی تعداد بڑے ذوق و شوق سے شریک ہوتی تھی، تقریروں کے آخر میں اس ملک اور زمانہ حال کے رولج کے مطابق ماحصل سوالات کرتے تھے اور اہم درپیش مسائل کے متعلق رہنمائی چاہتے تھے، لوگ بڑی تعداد میں ان تقریروں کو ٹیپ کرتے، اپنے حلقہ اجاب میں ان کو پھیلاتے اور نشر کرتے اور ان کی نقلیں مختلف دستوں کو پیش کرتے تھے۔

سفر کی رواداری میں مقرر کو سب ٹیپ حاصل نہیں ہو سکے جو ٹیپ ان کے اور وہ اپنے ساتھ لے سکا ان کی مدد سے ہندوستان پہنچ کر ان تقریروں کو مرتب و طبند کیا گیا یہ خدمت زیادہ تر عزیز یہ دشقانِ مسلم بھوپالی معلم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے انجام دی اور بڑی محنت سے ان کو کاغذ پر اتارا اس سے پہلے کہ ان تقریروں پر نظر ثانی کیا جائے ان میں سے خوش فہم و انداز اور کمرات کو حدت لکھ دیا جائے، ان تقریروں کا بڑا حصہ ندوۃ العلماء کے آرگن پندرہ روزہ تعمیر حیات کے مختلف شماروں میں شائع ہو گیا، جس کے لئے عزیز گرامی مولوی اسحاق علیس ندوی مدبر تعمیر حیات (جنہوں نے اشاعت سے پہلے ان تقریروں پر ایک نظر ڈال لی اور ان کو اشاعت کے لئے تیار کر دیا) شکر یہ کہ مستحق ہیں کہ اگر یہ تقریریں مطبوعہ شکل میں مقرر کے ماننے نہ آتیں تو اس کو زیادہ محنت کرنی پڑتی، مولوی اسحاق علیس صاحب نے عام عنوان اور ذیلی عنوانات بھی قائم کیے ٹیپ سے کاغذ پر منتقل کرنے میں ان کی توجہ اور دلچسپی کو بڑا دخل ہے، اس مجموعہ میں سے عربی تقریروں کو (سوائے دو تقریروں)

کے ترجمہ کے) طبعاً کہہ دیا گیا، امید ہے کہ ان کا مجموعہ بھی "الحادیث صحیحہ فی امریکا الشمالية" کے نام سے بیروت یا قاہرہ کے کسی موقر دارالاشاعت سے مغرب شائع ہوگا۔

اردو تقریریں ناظرین کے سامنے ہیں امید ہے کہ ان کو اس تحقیق پر اعظم کے اردو قارئین اور امریکہ کے احباب جن میں سے ایک تعداد نے ان تقریروں کو اپنے کانوں سے سنا اور ایک بڑی تعداد کو اس کا موقع نہیں ملتا شوق و دلچسپی سے پڑھیں گے اور مقرر کو اس مجبوضہ کے ذریعہ ان خیالات و افکار اور ان گزارشوں اور شہوں کو ذہن نشین کرنے کا موقع ملے گا، جن میں بعض اوقات قوت مطالعہ اور کتاب بینی قوت سامعہ سے زیادہ مدد معاون ثابت ہوتی ہے، اہل وطن کے لئے یہ امریکہ کے سفر کی "سوغات" بھی ہے اور امریکہ کے احباب اور میزبانوں کے لئے یہ ان کی محبت اور مخلصوں کی "مکافات" بھی۔

ان تقریروں کے لئے اشاعت کا اگر کوئی جواز اور ان کی اگر کوئی خوبی کہی جاسکتی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ ان میں سچی اور صاف باتیں کہی گئی ہیں، بے لوث اور بے غرض مشورے دیئے گئے ہیں اپنے مطالعہ اور تجربے کا پنوریش کر دیا گیا جہاں تک مغربی تہذیب اور امریکی تمدن کا تعلق ہے، ان کے بارے میں اس بلند سطح سے گفتگو کی گئی ہے جو قرآن اور اسلام اپنے ایک پیرو اور ایک سچے طالب علم کو عطا کرتا ہے، اور جس پر کھڑے ہو کر دیکھنے والے کو پرانی اور نئی دنیا ایک بے حقیقت سراب اور اس کی چمک دکھانے لگیوں کی آب و تاب نظر آتی ہے، اس میں مقرر کی ذہانت و قوت مطالعہ، دو بڑی اور درون بینی کو دخل نہیں، اس تعلیم اور پیغام کی تعریف ہے، جو اپنے سامنے والے کو پہاڑ کی اس چوٹی پر کھڑا کر دیتا ہے، جہاں سے ساری دنیا اس کو زیر قدم نظر آتی ہے اس کی آنکھوں کا زنگار رو دھو جاتا ہے، اور اس کو ہر شے اپنی صحیح حقیقت میں نظر آنے لگتی ہے۔

اس موقع پر مصنف اپنا اخلاقی فریضہ سمجھتا ہے کہ ان سب لوگوں کا شکریہ ادا کرے جنہوں نے اس کے سفر امریکہ سے دلچسپی لی، اس کے انتظامات کئے، سہولتیں بہم پہنچائیں، بڑے بڑے مصلوں کا انتظام کیا، خاص طور پر وہ احباب جنہوں نے اس طویل دورہ کا پروگرام بنایا اور اس کے لئے ضروری انتظامات کئے،

ان میں خاص طور پر محترمی سید ناظر الدین علی صاحب حیدرآبادی (ایم ایس اے کے نائب صدر اور پورا) کے شعبہ کے ذمہ دار اور محبی انیس احمد صاحب ڈائریکٹر تعلیمات، نشر و اشاعت اور اطلاعات قابل ذکر ہیں، اور ایم ایس اے کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمود رشیدان اور صدر ڈاکٹر یعقوب مرزا بھی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں، جنہوں نے دورہ کا پروگرام مرتب بھی کیا اس کو زیادہ سے زیادہ وسیع اور مفید بنانے کی کوشش بھی کی اور مصنف کی راحت و ہولت کا بہتر سے بہتر انتظام بھی کیا۔

مصنف ان سب کریم انفس اور اسلام دوست میزبانوں کا بھی ممنون ہے جنہوں نے اپنے اپنے شہروں مقامات پر میزبانی کے فرائض اور مجلسوں اور جلسوں کے انتظام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ان کی خیرست طویل ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کو اپنی رضا اور خوشنودی سے نوازے۔

## ابوالحسن علی

دائرہ شاہ علم الشریعہ اے بی بی

۸ محرم ۱۳۹۵ھ

۲۰ دسمبر ۱۹۷۴ء

# مغربی تہذیب و امریکی زندگی

مطالعہ۔ تبصرہ۔ تجزیہ



# امریکہ میں مجھے کیا ملا کیا نہیں ملا؟

مشینوں کی بہار، علم و صنعت کی ترقی، آدمیت کا زوال  
 [حسب ذیل تقریر ۱۹ جون ۱۹۶۶ء کو آئی آئی ٹی ٹی کاگو (U.T. CHICAGO)  
 کے ہرمین ہال آڈیٹوریوم (امریکہ) میں تعلیم یافتہ مسلمانوں کے ایک بڑے مجمع کے  
 سامنے ہوئی۔]  
 خطبہ مسنونہ کے بعد

## انسان عنقا

مولانا روم کا ایک مشہور قطعہ ہے، علامہ اقبال نے اپنے مشہور فارسی دیوان 'اسرار خودی'

کا اسے سرنامہ بنایا ہے، وہ کہتے ہیں۔

کز دام وودد ملوم و انسائم آرزوست

دی شیخ یا چراغ ہی گشت گرد شہر

شیر خدا و رستم دستا نم آرزوست

زیں ہرمان سست عناصر دم گرفت

گفتہ کہ یافت می نشود حجتہ ایم ما گفت آنکہ یافت می نشود آدم آرزو است

مولانا روم کہتے ہیں کہ میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ ہاتھ میں چرخ لے کر کچھ تلاش کر رہے ہیں میں نے کہا حضرت سلامت! آپ کو کس چیز کی تلاش ہے؟ انھوں نے کہا کہ میں جانوروں اور چوپایوں سے اکتانگیا ہوں مجھے انسان کی تلاش ہے، میں انسان کی آرزو اور اس کی تلاش میں نکلا ہوں میرے گرد انسانوں کی جو بھیر ہے، اس سے میری طبیعت مکدر ہو گئی ہے، اور میرا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا ہے، میں ایک شہ خد ایک رستم زماں کی تلاش میں ہوں، میں نے کہا حضرت! آپ عنقا کی تلاش میں نکلے ہیں، آپ اطمینان رکھیں یہ ہاتھ آنے والا نہیں، انھوں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا کہ میاں! یہی تو میری بیماری ہے کہ جو چیز نایاب ہوتی ہے، میں اسی کی آرزو رکھتا ہوں۔

آپ حضرات کو معلوم ہے کہ میں M.S.A. کی دعوت پر یہاں حاضر ہوا ہوں اور میرے لئے کوئٹہ کے برابر تو نہیں البتہ ایک طالب علم اور ایک ایسے شخص کی حیثیت سے جو مذہب پر تھوڑی بہت نظر رکھتا ہے، میرے لئے یہ ایک نئی دنیا ہے، میں M.S.A. کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے امریکہ کی دعوت دی اور یہی نہیں بلکہ اس کا موقع عنایت کیا کہ امریکہ کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک اپنی آنکھوں سے دیکھوں، لوگوں سے ملوں اور ان سے خطاب کروں اور اسی تھوڑے وقفے میں یہاں کے لوگوں سے حقیقی واقفیت حاصل کی جاسکتی ہے حاصل کروں، میں شمالی امریکہ میں نیویارک سے کلیفورنیا تک گیا، کنیڈا کی بھی سیر کی کم از کم تین چار ہزار میل کا سفر میں نے اس عرصے میں کیا میں آپ کے سامنے اس دورے کے اختتام پر حاضر ہوا ہوں یہ میرے دورے کی آخری منزل ہے، آپ مجھ سے اس دورے کے تاثرات سننا چاہیں گے اور آپ کا یہ تقاضا بالکل فطری ہے، ہو سکتا تھا کہ میں ایک ایسے ملک سے تعلق رکھنے والے انسان کی حیثیت سے جو ابھی بہت پسماندہ اور منزلوں نہیں بلکہ صدیوں کے حسابے مغرب سے پیچھے ہے، آپ کے سامنے مزے لے لے کر یہاں کی ترقیات کی داستان سنانا

لیکن آپ مجھ سے زیادہ اس سے واقف ہیں یہ آپ کے گھر کی چیز ہے اس لئے آپ کو اس کی ضرورت نہیں!

میں نے آپ کے سامنے مولانا روم کا ایک قطعہ پڑھا ہے، جو آپ میں سے بہت سے بھائیوں و بہنوں کے لئے غلات توقع بات ہوگی مولانا روم ایک ایسے خطہ زمین (انا طولیہ) میں رہتے تھے، جو انسانی ترقی سے بالکل نا آشنا نہیں تھا بلکہ وہ اس زمانے کی تمدن دنیا کا ایک تمدن خطہ تھا، وہ ایک ایسی جگہ کے شہری تھے، جہاں ایک عظیم سلطنت (سلجوقی) کی داغ بیل ڈالی جانے والی تھی، وہ ایران کے شہریخ میں پیدا ہوئے تھے، جو اس زمانہ کا سب سے تمدن ملک تھا اور جس کو مشرق کا یونان کہنا صحیح ہوگا جس نے شاعری، ادب، فلسفہ میں بڑا نام پیدا کیا اور جس نے تاریخ میں بڑے گہرے نقوش چھوڑے ہیں، لیکن انھوں نے اپنے دل کے داغ اور اپنے دل کی دھڑکن اس قطعہ میں پیش کی ہے، وہ حدیث دیگران میں سر دلبران کہنا چاہتے ہیں، وہ شیخ کی سرگزشت سنانے میں، لیکن درحقیقت یہ ان کی آپ بیتی ہے، وہ کہتے ہیں، کہ اس بھرے پڑے گلزار شہر میں، اس تمدن خطہ زمین میں میں ایسا بد قسمت انسان ہوں جو انسان کی صورت دیکھنے کو ترستا ہے، مجھے یہاں سب نظر آتا ہے، لیکن انسان نظر نہیں آتا، اونچے اونچے محل، گلزار شہر، اہلہاتے باغ، آباد محلے، کھانوں کی افزائش، لباس کی رنگارنگی، تہذیب و تمدن کی بوقلمونی یہ ساری چیزیں اپنی جگہ پر ہیں، لیکن مجھے یہاں حقیقی انسان نظر نہیں آتا، یہ انسان نہ انسان ہیں، لیکن حقیقی انسان نہیں ہیں۔

انھوں نے اپنے ایک دوسرے شعر میں اس کو اور کھول کر بیان کیا ہے۔

این نہ مردانند اینہا صورت اند

مردہ نمانند و کشتہ شہوت اند

یعنی تم جن کو انسان سمجھ رہے ہو وہ انسان نہیں ہے، یہ شکم سیری و پونجوری کے مارے اور

خواہشات کے تھکے ہارے ہیں۔

## مشینوں کی بہار

میں اگر آپ سے یہ کہوں کہ میں نے امریکہ کو تھوڑے عرصہ میں جتنا دیکھا جاسکتا تھا دیکھا میں مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک گیا مجھے یہاں صرف مشینوں کی ترقی نظر آئی، آپ یہاں کی جو بہار دیکھ رہے ہیں یہ سب علم ریاضی کی، صنعت و حرفت اور ٹکنالوجی کی بہار ہے، یہ علوم اپنے نقطہ عروج پر پہنچ گئے ہیں، وہ انسان کو جوڑے سکتے تھے، جو آرائش فراہم کر سکتے تھے، جو ترقی عطا کر سکتے تھے، انھوں نے عطا کر دی، انھوں نے اپنا خزانہ اگل دیا ہے۔

لیکن جہاں اس ملک میں تل دھرنے کی جگہ نہیں ہے، جہاں کے شہر آدمیوں سے اس طرح بھرے ہوئے ہیں کہ راستہ چلنا مشکل ہے، اس انسانی جنگل میں اگر پوچھا جائے کہ حقیقی انسان کتنے ہیں جن کے پہلو میں دھڑکنے والے دل، جن کے پاس انسانیت کے غم میں آنسو بہانے والی آنکھیں ہیں، جو انسانیت کے سوز میں جیلنے والے ہیں، جو نفس پر پورا قابو رکھتے ہیں، جو اس تہذیب کے مرکب نہیں، بلکہ اس تہذیب کے راکب ہیں، جن کے دوش پر تہذیب سوار نہیں بلکہ وہ تہذیب کے دوش پر سوار ہیں، زندگی کی عسار (باگ) ان کے ہاتھ میں ہے، اور وہ عسار زندگی کے ہاتھ میں نہیں، جن کو زندگی بھگائے اور سرپٹ دوڑنے لگے نہیں جا رہی ہے، بلکہ وہ زندگی پر کنٹرول رکھتے ہیں، وہ زندگی کے حاکم ہیں، زندگی کے محکوم نہیں، وہ انسان کتنے ہیں، جو اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانتے ہیں، جن کے دل اس کی محبت سے معمور اور انسانیت کے احترام سے معمور اور چور ہیں، جن کی زندگی سادہ اور فطرت کے بالکل قریب ہے، جو حقیقی لذتوں سے آشنا ہیں، جو انسانیت کے غم میں گھل رہے ہیں، جن کو قوموں کا انتشار اور باہمی تصادم اور سیاسی رہنماؤں کی خود غرضی پسند نہیں، جو کسی ملک کو مصیبت میں دیکھ نہیں سکتے، جو ہر ملک

کو ترقی دینا چاہتے ہیں اور بے غرض ان کی خدمت کرنا چاہتے ہیں، جو دینے کے لئے بے چین بے تاب اور بے قرار ہیں، جن کا ہاتھ دینے کے لئے پھیلتا ہے، ذکر لینے کے لئے جن کی راتوں کی نیند بد قسمت اور بد حال قوموں اور ملکوں کی پریشانیوں کے تصور سے اڑ جاتی ہے، انھوں نے زندگی کا مقصد صرف اتنا ہی نہیں سمجھا ہے کہ کھاؤ، پیو، پہننا اور عیش کی زندگی بسر کرو اور جن کا اصول زندگی یہ نہیں ہے کہ

بابر عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست!

جو سمجھتے ہیں کہ کسی انسان کو کھلا کر فاقہ کرنے میں وہ لذت وہ لطف ہے جس پر کھانوں کی ہزار لذتیں قربان ہیں، ان کا یہ یقین ہے کہ انسانیت سے بڑھ کر کوئی شرف اور عزت و احترام کی چیز نہیں، جو ہارنے میں اپنی حیثیت کھوئے، میں یافت سمجھتے ہیں، جو اپنے ملک کی تعمیر میں منہمک نہیں، بلکہ انسانیت کی تعمیر کے خواب دیکھتے ہیں، جو ساری دنیا کو متحد دیکھنا چاہتے ہیں، اقوام متحدہ کے قومی اور نمائشی ایٹمیچ پر نہیں بلکہ انسانی وحدت کے حقیقی اور فطری ایٹمیچ پر۔ ایسے انسان جو اپنی زندگی کے آغاز و انجام سے آشنا بھی ہیں اور اس کی طرف متوجہ بھی ہیں، جو یہ سمجھتے ہیں کہ بہار کوئی پیدا کرنے والا ہے اور ہم حشرات الارض کی طرح کھا کر زندگی گزار کر مٹی نہیں ہو جائیں گے بلکہ ہمیں کہیں جاننا ہے اور خدا نے جو عظیم صلاحیتیں ہمیں عطا کی ہیں، ان کا حساب دینا ہے، وہ صلاحیتیں جنھوں نے جمادات میں جان ڈال دی ہے، جنھوں نے آسمانوں کی پہنائیاں سحر کر لی ہیں، جنھوں نے زمین کی طنائیں کھینچ لی ہیں، جنھوں نے سورج کی ششماحوں کو گرفتار کر لیا ہے، جو اپنی کوششوں، ذہانتوں اور محنتوں کی بدولت چاند پر پہنچ گیا ہے، جو اس نکتہ سے واقف ہوں کہ انسان کا کمال اس میں نہیں کہ جمادات میں جان ڈال دے اور جمادات کے ذریعہ کائنات کو مسخر کرے بلکہ اس کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے میں جان ڈالنے والے انسان کا پتلا پیدا کیا تھا، اور خلافت کا تاج اس کے سر پر رکھا تھا، اس لئے انسان کی ترقی یہ نہیں ہے کہ جمادات کا غلام بن جائے، بلکہ انسان کی ترقی یہ ہے کہ وہ جمادات کو

اپنا غلام بنائے، نہیں نہیں! اپنا غلام نہ بنائے بلکہ خدا کا غلام بنائے، وہ خدا کا نشانہ پورا کرنے کا نام ہے۔

## قفس زریں کے اسیر

وہ انسان جو ملکوں پر حکومت قائم کرنا، اپنی بالادستی ثابت کرنا اور سب کو اپنے سامنے جھکا لینا اپنی معراج نہیں سمجھتے بلکہ وہ انسانیت کی بے لوث خدمت کرنا چاہتے ہیں اور دنیا کے کسی ملک کسی انسانی جماعت کا کسی دوسرے ملک اور کسی انسانی گروہ کا غلام بن جانا کسی وقت گوارا نہیں کر سکتے، وہ ان اقوام کی انسانیت کو نفس کی غلامی سے، خواہشات کی غلامی سے، طاقت کی غلامی سے، دولت کی غلامی سے، سرمایہ کی غلامی سے، حدیرہ کے علم و عقل کی بھی غلامی سے نکلنا چاہتے ہیں۔

عرب کے اس بدو نے جس کے دماغ کو اسلام نے آسمان پر پہنچا دیا تھا، ایران کے سپہ سالار اعظم رستم سے کہا تھا، "اللہ ابتعثنا لنخرج من شاء من عبادة العباد الى عبادة الله ومن ضيق الدنيا الى سعتها" (اللہ نے ہم کو اس کام پر مقرر کیا ہے کہ ہم ان لوگوں کو (جن کو اس نے چاہا) بندگی کی بندگی سے نکال کر خدائے واحد کی بندگی میں اور دنیا کی تنگی سے نجات دے کر دنیا کی وسعت میں داخل کریں) جس رستم کا نام سن کر دونوں پر سبیت طاری ہو جاتی تھی، فوجیں پانی پانی ہو جاتی تھیں اس رستم کے دربار میں بدویہ کہنے کے قابل ہوا کہ خدائے ہم کو اس لئے بھیجا ہے کہ انسانوں کو انسانوں کی عبادت سے نکال کر خدائے بندگی میں داخل کریں اور دنیا کی کال کو ٹھہری اور اس بیخبرہ سے جس کا تم نے مملکت ایران نام رکھا ہے جس کو تم نے "ساسانی شہنشاہیت" کا نام دیا ہے، نکال کر ہم تم کو دنیا کی وسعت بے پایاں اور آزادی کی کھلی فضا سے آشنا کریں، ہمیں اپنے حال زار پر رحم

نہیں آیا، بلکہ تمہارے حال زار پر رحم آیا ہے، ہم تمہاری زبوں حالی پر جذبہ ترحم صحرائے عرب سے نکال کر لایا ہے، اے بد قسمت ایرانیوں! ہم تم کو اس قفس زریں سے جس میں تم بلبل کی طرح گرفتار ہو، او چھپہار ہے ہو، اور سنس سنس کر دل بہلا رہے ہو، خدا کی لامحدود قضا میں لانا چاہتے ہیں تم اپنی عداوتوں کے غلام ہو، تم تفریح کا سامان کرنے والوں کے غلام ہو، تم اپنے گویوں کے غلام ہو، تم اپنے باورچیوں کے غلام ہو، تم اپنے پانی پلانے والوں کے غلام ہو، ہم صرف خدا کے غلام ہیں، ہم اس لئے آئے ہیں کہ تم کو ان غلامیوں سے جن کی تعداد و سیکڑوں تک پہنچتی ہے، اور کمپیوٹر بھی ان کی میزان جڈ کر نہیں بنا سکتا کمپیوٹر اندر کی دنیا سے واقف نہیں وہ باہر کی چیزوں کو رگن لے گا، لیکن جب ریشہ ریشہ غلام ہو، جب ذرہ ذرہ غلام ہو، جب غلامی اس کا مزاج بن گئی ہو، جب غلامی اس کے رگ و پے میں سرایت کر گئی ہو، جب غلامی کے بغیر اس کا جینا مشکل ہو، جب غلامی سے اس کو عشق ہو گیا ہو، جب غلامی اس کو آرزوی سے بہتر معلوم ہوتی ہو تو اس غلامی کا حساب کون کمپیوٹر کر سکتا ہے، عرب کے اس بدو نے کہا کہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ تم کو ان غلامیوں سے جن کی تعداد خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا ان ہزار ہا غلامیوں سے نکال کر تم کو ایک حریت میں لائیں۔

## نور ایک ہے اور ظلمتیں بے شمار

حریت ایک ہے اور غلامی بے شمار، نور ایک ہے، اور ظلمتیں بے شمار اس لئے آپ دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں بھی ذکر ہے، نور واحد آیا ہے: **وَالَّذِينَ آمَنُوا فَيُؤْمِنُونَ** **النَّظْمَاتِ إِلَى النُّورِ** (اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے، ان کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف کرتا ہے) کیا عربی زبان میں نور کی جمع نہیں آتی؟ کیا قرآن مجید کا دامن تنگ تھا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ نور ایک ہے، اور ظلمتیں بے شمار، نور کا سرچشمہ ایک ہے، اور وہ خدا کی معرفت ہے، وہاں

سے نور کا فیضان نہ ہو تو پھر ہدایت کا کوئی اور ذریعہ نہیں آج ہم اس ملک کو دیکھ رہے ہیں اور اقبال کا یہ شعر یاد کرتے ہیں 'اقبال یہاں نہیں آئے، لیکن ان کا مغربی تہذیب کا مطالعہ ہم سے اور آپ سے زیادہ گہرا تھا، انھوں نے کہا کہ

یورپ میں بہت روشنی ظلم ہو رہی ہے      سچ یہ ہے کہ بڑے چستہ حیوان ہے یقیناً  
جو قوم کو فیضانِ سادہ سے ہے محروم      حداس کے کمالات کی ہے برق و بجارت

یعنی 'مغرب' ایسا بحرِ ظلمات ہے، جہاں آپ حیات کا وجود نہیں، ایک پرانی کماوت چلی آ رہی ہے کہ بحرِ ظلمات میں آپ حیات پایا جاتا ہے، مشہور ہے کہ سکندر نے حضرت کو اپنا رہبر بنایا کہا کہ مجھے بحرِ ظلمات میں آپ حیات کے کنارے کھڑا کرو، حضرت نے بھی ہار مانی اور کہا کہ ہم نہیں پہنچا سکتے اسی کو اقبال کہتے ہیں کہ یہ عالمِ ظلمات تو ہے، لیکن اس میں چستہ حیوان نہیں، جو قومِ فیضانِ سادہ سے محروم ہو جائے، نبوت کا دامن جس کے ہاتھ سے چھوٹ جائے جو اپنے علم و عقل پر تکیہ کر لے جس کی ساری ذہانتیں جمادات پر صرف ہوں، لوہے پر صرف ہو، فولاد پر صرف ہوں، اور آلات پر صرف ہوں جو عالمِ نفس کے بجائے عالمِ آفاق کو اپنی محنتوں، ذہانتوں اور کاوشوں کا میدان بنائے اس کا انجام کیا ہے، جمادات مسخر ہوتے ہیں، لیکن خود اس کا نفس مسخر نہیں ہوتا، کائنات مسخر ہوتی ہے روح کائنات مسخر نہیں ہوتی، مغربے مادیات کو اپنی ترقی کا میدان بنایا اس نے مادی ترقی کو اپنی زندگی کا مقصد اعلیٰ قرار دیا۔ اس میں غدار نے جیسا کہ اس کی سنت جاریہ ہے کہ آدمی اپنے لئے عمل اور کوشش کا جو میدان انتخاب کرے گا وہ اس کی اس میں پوری پوری مدد کرے گا، انسان جس میدان میں بڑھنا چاہتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو بڑھنے کا پورا موقعہ دیتا ہے، اب سارا مسئلہ میدان کے انتخاب کا ہے۔

عیسائیت یورپ کے لئے ناموزوں

آپ لوگوں میں سے ہیں کی مغرب کی تاریخ اور یہاں کے تمدن کے ارتقاء کی تاریخ پر نظر ہے

اور جنھوں نے ڈزیر کی کتاب "معرکہ مذہب و سائنس" (CONFLICT BETWEEN RELIGION

AND SCIENCE) کا مطالعہ کیا ہے جنھوں نے کلیسا اور ریاست کی آویزش اور مذہب و سائنس کی خونریز جنگ کی داستان پڑھی ہے ان کو معلوم ہے کہ جب اس ملک نے مسیحیت کا انتخاب کیا اور مسیحی داعیوں اور مبلغوں کی قربانیوں اور کوششوں سے مسیحیت اس خطہ زمین میں پہنچ گئی، اس کے بعد خود بخود ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ مغرب نے اپنی کوششوں کا میدان مادیات کو بنا لیا اس لئے کہ مذہب کو وہ اپنی کوششوں کا میدان نہیں بنا سکتا تھا، مذہب مسیحی علم و عقل سے فائدہ اٹھانے اور زندگی کی تنظیم و ترقی میں اس کی ہمت افزائی نہیں کرتا تھا، عیسائی مذہب اس کو پیچھے لے جانا چاہتا تھا، اور اس خطہ زمین کے اقوام کی فطرت بے چین و بے تاب تھی وہ ان کو آگے لے جانا چاہتی تھی، قدرت کے مضمرات اور ترقی کے امکانات ان کے سامنے آ رہے تھے، یورپ کی قوموں کے درمیان جو مسابقت اور ریس جاری تھی، وہ ان کو اس پر آمادہ کر رہی تھی کہ ایک ایک قطرہ اس رنگیناگ (انگور کی شاخ) کا پھول لیں، اور اس مٹی سے گل کھلائیں، جمادات کو بولتا ہوا بنا دیں، دنیا میں جو انقلاب آ رہا تھا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ یہ اپنی کوششوں، اپنی ذہانتوں کا ایسا میدان منتخب کرے جس میں ان کا کوئی حریف نہ ہو، وہ ایک وسیع میدان ہو جس میں قدم قدم پر اس کو بائبل کی پابندی اور ارباب کلیسا سے پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آئے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز، اس ملک کی یہ بد قسمتی تھی، بلکہ ساری انسانیت کی بد قسمتی تھی کہ اس کے حصہ میں عیسائیت آئی۔

جو شخص مذاہب کی تاریخ سے واقف ہے، اگر اس سے پوچھا جائے کہ یورپ کے مزاج اور مغرب کی اقتصاد طبع سے سب سے زیادہ بیرکھنے والا مذہب کون ہو سکتا ہے؟ تو اس کا جواب ایک ہوگا کہ عیسائیت اور اگر پوچھا جائے کہ اس کی بے چین طبیعت کو آسودہ کرنے والا، اس کو صحیح رخ پر لگانے والا، اس کے اندر راغندال پیدا کرنے والا، وسائل و مقاصد کو ہم آہنگ بنانے والا اور ان کے رشتے سے

انسانیت کا ایک نیا منصوبہ بنانے والا، انسانیت کو ایک نیا خون عطا کرنے والا اور پوری انسانیت کو صحیح راہ پر لگانے والا مذہب کون ہو سکتا ہے؟ تو انصاف پسند آدمی صرف ایک ہی جواب دے گا کہ وہ ہے۔ ”اسلام“۔

عیسائیت کے نزدیک انسان پیدائشی گنہگار ہے اس کے سر پر پیدائشی گناہ کا بھاری بوجھ ہے، اس کا سر دبا جا رہا ہے، گردن بھی جا رہی ہے، پیدائشی گناہ کا اعتقاد رکھنا، بحیثیت ایک عیسائی کے اس کا فرض ہے، وہ اپنے اوپر کیسے اعتماد کر سکتا ہے؟ جو گناہ میں آلودہ ہے، جو اپنے پیدائشی گناہ کا رہونے کی وجہ سے شرمسار ہے وہ کائنات سے کیسے آنکھیں ملا سکتا ہے، وہ فطرت کی طاقتوں کو زمین سے کیسے ابھار سکتا ہے، کیسے سمندروں کا سینہ چاک کر سکتا ہے اور میاروں پر پہنچنے کا خواب دیکھ سکتا ہے۔

جب ایک انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ جنم کا گناہ گار ہے، گناہ اس کی قسمت میں لکھ دیا گیا ہے، وہ ایک خارجی کفارہ کا محتاج ہے، جو اس کی طرف سے ادا کیا جائے، تو وہ فطرت کے فتوحات، انکشافات و تحقیقات کا سفر حرات و فخر کے ساتھ کیسے کر سکتا ہے، یہ اتنا بڑا تضاد تھا کہ مثال دنیا میں نہیں ملتی، جیسے ایک گاڑی میں دو گھوڑے جوت دیئے جائیں ایک پیچھے کی طرف اور اور ایک آگے کی طرف، یورپ کا یہی حال ہوا اس میں دو سیل یا دو گھوڑے جوتے گئے یہاں کی آب و ہوا اور فضا کا اثر ہے کہ طبیعت آگے بڑھنے اور کچھ کرنے کے لئے بے چین تھی لیکن عیسائیت کا جو گھوڑا جتا ہوا تھا وہ پیچھے کی طرف لے جا رہا تھا، وہ رہبانیت کی طرف لے جا رہا تھا، اہل کلیسا صاف صاف کہتے تھے کہ انسان کی روحانی ترقی زندگی سے فراہم ہے انسان اگر روحانی ترقی چاہتا ہے تو اس کو پہاڑوں میں رہنا چاہئے، کلیسا کے لئے زندگی کو وقف کر دینا چاہئے، اس کو ازدواجی زندگی سے نااط بالکل توڑ دینا چاہئے اس کو عورت کا منہ نہیں کھینچنا چاہئے

آپ لیکھی کی تاریخ 'اخلاق یورپ' پڑھیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ اس وقت کا مغربی انسان عورت کے سایہ سے حتیٰ کہ ان کے سایہ سے بھاگتا تھا، اس سے بڑھ کر شقاوت کی کوئی مثال ہو سکتی ہے کہ ماں ہزاروں میل کا سفر طے کر کے آتی ہے کہ اپنے نخت جگر کو ایک نظر دیکھ لے اور جس وقت اس نخت جگر کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میری ماں ایک ہزار میل سے سفر کر کے مجھے دیکھنے آئی ہے تو وہ اس طرح بھاگتا ہے جس طرح انسان بھوت پریت سے بھاگتا ہے اور وہ ماں رو کر تڑپ کر واپس چلی جاتی ہے یہ وہ عیسائیت تھی جو یورپ اور امریکہ کے حصہ میں آئی، نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ اور امریکہ نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر ہمیں ترقی کرنا ہے تو پہلے کلیسا کی غلامی سے آزادی حاصل کرنا چاہئے اور مذہب کے بھی چھٹی لینی چاہئے عرض انھوں نے مذہب کو خیر یا دکھا اور اس سے نجات حاصل کئی عالم اسلام کا زوال اس وقت سے شروع ہوا، جب اس نے مذہب کو چھوڑ دیا اور یورپ کی ترقی اس وقت سے شروع ہوئی، جب اس نے عیسائیت کو جواب دیا اور اس کو دور سے سلام کیا اس کے برعکس عالم اسلام میں زوال کی تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی ہے، جب اس نے اسلامی تعلیمات کو بالائے طاق رکھ دیا۔

## مشینوں کا غلام

اس صورت حال نے آج امریکہ کو مشینوں کا غلام بنا دیا، آج امریکہ کی حکومت ساری دنیا میں مانی جاتی ہے، امریکہ کا ہاتھ ناری دنیا کی سیاسیات میں کام کرنا ہوا نظر آتا ہے، اس بارے میں کسی ملک کے مستثنیٰ نہیں کر سکتے آج کوئی ملک خواہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی امریکہ کی کسی نہ کسی طرح کی غلامی میں اسیر ہے، یہاں منصوبے بنتے ہیں اور ہمارے مالک اور ہمارے وطن میں جاری کئے جاتے ہیں اور ہمارے ہی لیڈر ہمارے ہی قائد اور رہنما ان منصوبوں کو کامیاب بناتے ہیں، آج امریکہ نے ساری دنیا کو غلام بنایا ہے لیکن امریکہ خود مشینوں کا غلام ہے آج امریکہ خود اپنی اس نظام زندگی کا غلام ہے اس فضا کا غلام

ہے، (LIVING STANDARD) میں زندگی کا عظیم ہے، اپنی ان مشینوں اور آلات کا غلام ہے، جن کے بغیر وہ زندگی کا تصور ہی نہیں کر سکتا یہاں جو چیزیں سب سے زیادہ حقا نظر آتی ہے وہ ہے حقیقی انسان جس کے دل میں لیک زندہ اور بیدار دل ہو، کوئی مشین نہ ہو، انسان اس طرح مشینی زندگی میں ڈھل گیا ہے کہ اب اس کے تصورات بھی مشینی بن گئے ہیں، اس کے احساسات بھی مشینی بن گئے ہیں، اس میں جمادات کا اثر آ گیا ہے، لوہے کا اثر آ گیا، اس میں رقت نہیں گداز نہیں اس میں پکلی نہیں، آنکھوں میں نمی نہیں اور دل میں گداز و نرمی نہیں یہ ہے وہ حقیقت جو میں نے امریکہ میں دیکھی۔

## اپنی شخصیت تحلیل نہ ہونے دیں

قبل اس کے کہ میں امریکہ کی سرزمین کو خیر باد کہوں میں آپ سے یہ بات کہتا ہوں کہ آپ اس تہذیب سے محروم نہ ہوں آپ جس درخت کے پھل میں وہ نبوت کا درخت ہے آپ یہاں رہیں لیکن آپ تہذیب کے غلام نہ بنیں، آپ شوق سے یہاں فائدہ اٹھائیں لیکن آپ اس مادیت سے محروم نہ ہوں، آپ اپنا پیغام یاد رکھیں آپ اپنی شخصیت کو تحلیل نہ ہونے دیں آپ اس تہذیب کا کلر نہ پڑھنے لگیں آپ اپنے کو اپنے دین کو، اپنے نظام زندگی کو، اپنی معاشرت کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہم حیوان ہیں، اور یہ انسان ہیں، نہیں آپ انسان ہیں اور یہ حیوان یہ خطہ بجلی کی روشنی سے جگمگا رہا ہے، یہاں رات بھی دن ہے، لیکن حقیقی روشنی، اور رحمت و برکت اور ہدایت اس کی تجلی سے کیسے محروم ہے، اقبال نے سچ کہا ہے۔

تاریک ہے از رنگ شینوں کے دھوئیں سے

یہ وادی امین نہیں شایان تجلی

## اپنے تراشے ہوئے بتوں کے غلام

یہ اپنی عادتوں کے غلام ہیں، یہ اپنے بنائے ہوئے اور ڈھالے ہوئے آلات کے غلام ہیں حضرت ابراہیمؑ نے اپنے زانہ کے بت پرستوں سے کہا تھا: **أَتَعْبُدُونَ مَا تَخْتَعُونَ** یہ کیا تماشہ ہے کہ آج جس چیز کو بناتے ہو کل اسی کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہو، یہی حال یہاں کا بھی ہے، آج ایک معیار بنتا ہے، ایک اصول بنتا ہے، ایک مشین بنتی ہے اور کل سارا ملک اس کا غلام ہو جاتا ہے اپنے ہی بنائے ہوئے، اپنے ہی ڈھالے ہوئے، اپنے ہی تراشے ہوئے بتوں کے غلام۔

## آذرکدہ میں ابراہیمؑ کی نیابت

یہ ملک ایک وسیع آذرکدہ ہے جس میں ابراہیمؑ کی ضرورت ہے اور ابراہیمؑ اذان سنانے والے آپ ہی ہو سکتے ہیں، آپ ہیں ابراہیمؑ کے اصلی نام لیا، یہود نہیں ہیں، اس راستے سے وہ دور ہو چکے، عیسائی نہیں ہیں، وہ حضرت مسیحؑ کے بجائے سینٹ پال کی عیسائیت کی راہ پر چل رہے ہیں، وہ اصلی عیسائیت سے بالکل تہی دست ہو چکے، یہ ایک بہت بڑی سازش تھی جو کامیاب ہوئی، شاید مذہبی سازشوں میں کوئی سازش اتنی کامیاب ہوئی ہو اس نے پوری مسیحیت کو مسخ کر ڈالی ہوئی، مسیحیت سے ہٹا کر سینٹ پال کی مسیحیت پر ڈال دیا، آج مسیحیت خواہ کیتھولک ہو یا پروٹسٹنٹ وہ سینٹ پال کی مسیحیت ہے، سینٹ پال نے جس مسیحیت کی تشکیل کی تھی آج یہاں کے غلام ہیں اسے عیسائی حضرت ابراہیمؑ کے جانشین نہیں، آپ ابراہیمؑ کے جانشین ہیں اور اقبال کے الفاظ میں کہوں گلہ معاصروں باز بہ تعمیر جہاں خیز!

از خواب گراں! خواب گراں! خواب گراں خیز  
از خواب گراں خیز!

آپ مہاجر مہم ہیں، آپ کو نئی دنیا کی تعمیر کرنی چاہئے اور صرف مہاجر مہم کو یہ حق حاصل ہے کہ نئی دنیا کی تعمیر کرے، آج دنیا میں تخریب کا رگڑ ہے، وہ دیکھئے میں تعمیر ہے حقیقت میں تخریب، آپ جس پیغام کے حامل ہیں، آپ جس کتاب آسمانی کے حامل ہیں، آپ جس نبی کے امتی ہیں اس نبی کا ہی یہ منصب تھا کہ دنیا کو تمام غلامیوں سے نجات دے کہ خدائے واحد کی غلامی میں داخل کرے اس لئے آپ امریکہ میں ایک کھانے پینے والے انسان ہندوستانی، پاکستانی، مصری اور شامی کی حیثیت سے نہیں ہیں۔

بتان رنگ و فون کو تو ذکر ملت میں گم ہو جا  
نہ تو رانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

آپ مصری اور شامی نہیں ہیں — آپ مسلمان ہیں، آپ امت مسلمہ ہیں، آپ ابراہیمی و محمدی ہیں اس لئے آپ اپنی حقیقت کو پہچانیں آپ اس لئے نہیں آئے ہیں کہ اس میں ایک حقیر پرزے کی طرح فٹ ہو جائیں، اور اپنا وجود ختم کر لیں، آپ اپنا پیٹ بھر لیں جس طرح جانور پیٹ بھرتے ہیں، نہیں بلکہ آپ اس ملک کے باشندوں کو پیغام دیں ان کو جگائیں، ان کو بھجھوڑیں کہ تم زندگی کے غلط راستے پر پڑ گئے ہو، زندگی کا کون سا لطف تم کو حاصل ہے؟

زندگی کے حقیقی رُخ سے تم روشناس ہوئے ہی نہیں ہو، جب ان کے اندر یہ احساس بیدار ہوتا ہے، تو یہ دوسرے راستے پر چل پڑتے ہیں، یہ بھی ازم کی طرف چلے جاتے ہیں، یہ خود کشی کی طرف چلے جاتے ہیں، یہ زندگی سے فرار کی طرف چلے جاتے ہیں، یہ ہندو جوگ کی طرف چلے جاتے ہیں، یہ سنیاس کی طرف چلے جاتے ہیں، آپ کبھی الہ آباد آئیں، وہاں کچھ کاڑھیاں ہوتی ہیں، آپ دیکھیں گے کہ بڑے بڑے پڑھے لکھے امریکی جانوروں، دیوانوں کی طرح پھر رہے ہیں، وہ وہاں قیام کرتے ہیں وہ وہاں جا کر سادھو اور پوتھوں کے پاس بیٹھتے ہیں جس طرح آدمی کو تھمہ ہوتا ہے، ان کو تمدن کا تھمہ ہو گیا ہے، تمدن کی شراب انھوں نے اتنی پی لی ہے کہ اب وہ تے کر رہے ہیں،

حیوانیت کی طرف رجوع اور خدا کی نعمتوں سے انکار اور کائنات سے رشتہ توڑ لینے اور زندگی سے فرار سے تسکین حاصل کر رہے ہیں، کاش ہمارے اسلامی ملک اس قابل ہوتے کہ ان امریکیوں کو وہ صحیح راستہ دکھا سکتے، ان امریکیوں سے بلندی سے بات کر سکتے تو آج اس کی نوبت نہ آتی، لیکن ہماری قسمتی ہے کہ ہمارا ایک ملک بھی اس قابل نہیں ہے کہ امریکیوں سے آنکھیں ملکر بات کرے اور ان کو صحیح راستہ دکھا سکے، نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنے اس تمدن سے نفرت کرتے ہیں ان میں رد عمل پیدا ہوتا ہے تو وہ اس کی تسکین کے لئے ہندوستان کے ہمالیہ کی چوٹیوں پر جاتے ہیں، یہ نیپال جاتے ہیں، وہاں نشہ لانے والی چیزیں استعمال کرتے ہیں، وہ بھنگ اور چرس کے لئے وہاں جاتے ہیں، اگر آج ہم مسلمان اس قابل ہوتے تو ہم ان کو صحیح راستہ دکھا سکتے۔

## کہاں ہیں مسلمان؟

میرے بھائیو اور بہنوئی آپ یہاں صرف اس لئے نہیں ہیں کہ کمائیں اور کھائیں یہ کام تو دنیا کی ہر قوم کر سکتی ہے اور ہمارے بہت سے ہم وطن یہ خدمت ہم سے بہتر انجام دے سکتے ہیں آپ یہاں اس لئے ہیں کہ بقدر ضرورت کھائیں اور کمائیں لیکن اپنے منصب کو پہچانیں اور ایک نئی زندگی کا نمونہ ان کو دکھائیں، اذانیں دیں تاکہ ان کے دماغوں کو چوٹ لگے، نمازیں پڑھیں تاکہ وہ آنکھوں کے راستہ سے غور کرنے پر مجبور ہوں، پاک و صاف رہیں تاکہ ان کو آلودہ زندگی سے نفرت پیدا ہو، اعتدال سے زندگی گذاریں تاکہ ان کو اپنی بے اعتدالی کا احساس ہو، شینوں کی غلامی سے آزاد ہو کر سکون کی زندگی بسر کریں تاکہ ان کو معلوم ہو کہ سکون کہاں ملتا ہے، اپنے دل کی دنیا آباد کیجئے، آپ کے اندر وہ روحانیت ہو کہ وہ آپ کے پاس بیٹھیں تو ان کو یہ محسوس ہو کہ ان کے اندر ایک نئی طاقت آگئی، آج وہ وقت تھا کہ اہل دل اس ملک کی طرف توجہ کرتے اور ان پر گشتہ انسانوں کو جو اپنی زندگی

سے بیزاری میں جو جا رہے باہر نکلے آ رہے ہیں ان کا ہاتھ پکڑ کر کہتے کہ اَلَا يَذْكُرُ اللهُ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ“ اللہ کے ذکر میں اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

آج یہ پیغام دینے کے لئے صرف مسلمان تھے، لیکن کتنا ہیں مسلمان؟ کیا کسی اسلامی ملک میں کسی مسلمان قوم میں یہ ہمت ہے کہ ان امریکیوں سے کہے کہ اَلَا يَذْكُرُ اللهُ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ؟ ان کو خود اس بات پر یقین نہیں رہا کہ ذکر الہی سے سکون حاصل ہوتا ہے، وہ دوسروں کو کیا پیغام دیں گے جن کو نمازوں کی طاقت اور افادیت کا خود یقین نہیں رہا جن کو کلمہ کی حقیقت اور صداقت پر خود یقین نہیں رہا جن کو خدا کے خیر و شر اور نفع و ضرر کے مالک ہونے پر خود یقین نہیں رہا، جن کو تقدیر کے ہونے پر خود یقین نہیں رہا، جنہوں نے امریکیوں کو اپنا رازق سمجھ لیا ہے، جنہوں نے کارخانوں کو رازق سمجھ لیا ہے، وہ کیسے ان کو توحید کا پیغام دے سکتے ہیں، کیسے ان سے کہہ سکتے ہیں لا رازق الا اللہ“ (اللہ کے سوا کوئی روزی رسال نہیں)

میرے بھائیوں اور بہنو! پہلے اپنے میں ایمان پیدا کرنے کی کوشش کرو، نمازوں کی پابندی کرو، تھوڑی دیر تنہائی میں بیٹھ کر اپنے قلب کی دنیا آباد کرو، وہ حرارت پیدا کر جس کو شیعوں کے دھوئیں نے سلب کر لیا ہے، پہلے روح کو چلا دو، اپنی زندگی کا مقصد صحیح کرو، قرآن کا مطالعہ کرو، سیرت نبویؐ کو مطالعہ میں رکھو، اس سے روشنی حاصل کرو، اس کے بعد ان امریکیوں کو دینِ فطرت کا پیغام دو۔

## صرف اسلام ہی دینِ فطرت ہے

صرف اسلام ہی دینِ فطرت ہے، جو فطرت کی ہمت شکنی نہیں کرتا جو فطرت کا گلا نہیں گھونٹتا، بلکہ کہنا ہے فطرتاً صراحہً ہے، فِطْرَةَ ٱللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا“

(وہ انسان کی فطرت جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے) اللہ تعالیٰ نے انسان کو مادہِ تمثیلی، مصصوم فطرت دی تھی، تیسرے کارخانے میں لے کر دیا تھا، ہم نے اس کو آلودہ کر دیا انسان فطرًا صالح ہے اور صلاحیت پسند ہے، وہ اگر اپنی فطرت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ سیدھے راستے کی طرف چلے گا پہلے آپ ان حقائق کا شعور پیدا کریں، پہلے آپ ان حقائق کو پیدا کریں، بارخ سے بھی اور دل سے بھی اور اس کے بعد ان حقائق کو ان کے سامنے پیش کریں، آپ امتِ دعوت ہے، آپ امتِ رسالت ہیں، آپ با مقصد قوم ہیں، حاملِ پیغام قوم ہیں، آپ کھانے کمانے والا جانور نہیں ہیں کہ اپنا پیٹ بھر لے اور اپنی نسل کو آگے بڑھائے۔

## انسان کی دریافت کیجئے

میں نے آپ کے سامنے اپنے دل... کا ایک تاثر رکھ دیا، میں نے امریکہ میں سب کچھ دیکھا لیکن انسان نہیں دیکھا انسان ملے تو آپ ہی لوگوں میں ملے اس لئے نہیں کریں امریکہ اور امریکہ والوں سے ناواقف ہوں میں نے ان کو ان کے لٹریچر میں دیکھا ہے، میں نے ان کو ان کے ٹی۔وی پر دیکھا ہے، میں نے ان کو ان کے ریڈیو میں دیکھا ہے، میں ان سے بیگانہ نہیں، لیکن وہ انسان جو خلیفۃ اللہ ہے، وہ انسان جس کے لئے ساری کائنات پیدا کی گئی ہے، وہ انسان جس کے سینہ میں وہ دل ہے جو ساری دنیا سے زیادہ قیمتی ہے، ساری دنیا کے خزانے ایک طرف سائنس کی ساری ترقیاں ایک طرف اور وہ دل جو ایک صاحبِ دل کا دل ہے، ایک طرف اس دل کے سامنے ساری کائنات ہیچ ہے۔

اس انسان کی دریافت کیجئے، اس انسانیت کو اپنے اندر بیدار کیجئے، تو آپ کا یہاں رہنا برحق ہے، آپ کا یہاں رہنا جائز ہی نہیں بلکہ عبادت ہے، اور ایک بڑی تبلیغ اور دعوت

ہے، اور اگر یہ نہیں تو بھائیو! سن لیجئے مجھے پھر بہت ڈر ہے، میں نے کئی جگہ کہا کہ اگر آپ نے اپنی دینی زندگی اور اپنے بچوں اور بچیوں کے دینی تعلیم کا پورا انتظام نہیں کیا اور اپنے بچوں اور بچیوں کی جانب سے ایمان اور دین اسلام پر قائم رہنے کے سلسلہ میں اطمینان حاصل نہیں کیا تو آپ کا اس ملک میں رہنا معصیت ہے، اور آپ ایک بہت بڑے خطرے سے دوچار ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ  
ظَالِمِينَ أَنْصَبَهُمْ قَالُوا إِنْ كُنْتُمْ  
قَالُوا كُنَّا مُسْتَعْضِفِينَ فِي الْأَرْضِ  
قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضًا لِّلَّهِ وَاسِعَةً  
فَمَا جَزَاؤُهُمْ إِلَّا بِمَا  
جَنَّبُوا أَنفُسَهُمْ سَيُجْزَىٰ  
كُلُّهُمْ لَدَيْهِ يَوْمَ يُنْفَخُ  
الْأَشْفَارُ كَأَنَّهُمْ دُخَانٌ  
مُّسْفَرٌّ مِّنَ الْعَالَمِينَ

جن لوگوں کی روح قبض کرتے ہیں فرشتے  
اس حال میں کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کر رہے ہوتے  
ہیں ان سے کہتے ہیں کہ تم نے اپنا یہ کیا حال  
بنارکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم کیا کریں ہمارا  
اس ملک پر کچھ زور نہیں چلا فرشتے ان سے  
کہتے ہیں کہ کیا خدا کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم  
کسی دوسرے ملک ہجرت کر جاتے۔

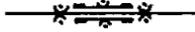
ہیں ایسی ہی جگہ رہنا جائز ہے، جہاں آدمی پوری خصوصیات کے ساتھ رہ سکے، جہاں  
فرائض ادا کر سکے، اگر ماحول میں اس کی گنجائش نہیں یا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اس ماحول میں  
اپنے دینی فرائض ادا نہیں کر سکیں گے تو ہمارا یہاں رہنا جائز نہیں، اس لئے آپ کا فرض ہے  
کہ آپ اپنے مسلمان رہنے کا بھی انتظام کریں تاکہ پوری خصوصیات کے ساتھ یہاں رہیں، اپنا  
ماحول بنائیں، اپنا معاشرہ تیار کریں، اور اپنے بعد اپنے بچوں کے لئے بھی یہ اطمینان حاصل  
کر لیں کہ اپنے بعد یہ مسلمان رہیں گے، جیسا کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد کے متعلق اطمینان

حاصل کر لیا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، "أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتَ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي يَا قَوْمِ أَتَعْبُدُونَ إِلَّا إِلَهَ آبَائِكُمْ ابْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ وَاللَّهُ يَهْتَدِي لِمَنْ يَشَاءُ إِنَّ إِلَهًا لَّهُ خَصِيمٌ مُّبِينٌ" حضرت یعقوب نے دنیا سے جانے سے پہلے اپنے بچوں کو، اپنے پوتوں کو جمع کیا اور کہا میرے جگر کے ٹکڑو! میرے پیارو! میں مرنے سے پہلے اطمینان حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انھوں نے کہا "نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَاللَّهُ أَبَاتُكَ" اس کے بعد انھیں اطمینان حاصل ہوا تو اس دنیا سے اطمینان کے ساتھ رخصت ہوئے، یہ ہم سب کا فرض ہے کہ اپنے بچوں اور بچیوں کے متعلق یہ اطمینان حاصل کریں کہ وہ اسلام پر زندہ رہیں گے یا نہیں اور اگر اس کا اطمینان نہیں ہے تو دوستو! یہاں کے قیام پر نظر ثانی کی ضرورت ہے کہ آپ یہاں اس خطرہ کو مول لے کر رہیں یا نہ رہیں۔

## آپ یہاں مسلمان کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں

میں بہت شکر گزار و معترف ہوں M.S.A. کی خدمت کا اور ان اداروں کی خدمات کا جن کا مجھے ابھی پورے طور سے علم بھی نہیں ہوا اور ان افراد کی خدمات کا جو دین کے لئے کوشش کرتے ہیں، حلقے بناتے ہیں، لٹریچر پھیلاتے ہیں، لوگوں کو جمع کرتے ہیں، عرب ہوں یا غیر عرب وہ سب لوگ بڑے مبارک ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے عمل کو قبول فرمائے گا اور ان کے درجات بلند فرمائے گا یہ سب سے ضروری بات ہے کہ آپ اس کی طرف سے پہلی ہی فرصت میں اطمینان حاصل کر لیں کہ آپ یہاں مسلمان کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں، گھل تو نہیں جائیں گے جیسے موم گھل جاتا ہے، شبنم گھل جاتی ہے، اس طرح آپ تہذیب کی تمازت کے سامنے تحلیل تو نہیں ہو جائیں گے؟ اگر ایسا ہے تو آپ جہاں سے آئے تھے وہاں

جائیں، چاہے آپ کو یہاں کی آمدنی اور آسائش کا پوتھائی حصہ یا اس کا پچاسواں حصہ  
 ہی کیوں نہ لے اور اگر غلطہ نہیں ہے تو مبارک ہے، آپ کا اس ملک میں رہنا ممکن ہے کہ آپ  
 کے رہنے سے اس ملک میں ایک نئی روشنی آئے اور شاید آپ کے ذریعہ اسلام کا راستہ  
 کھل جائے۔



# اس خطہ زمین کو دینِ فطرت کی نعمتِ ملیتی تو

دنیا کی تاریخ کچھ اور ہوتی

امریکہ بیک وقت خوش قسمتِ بد قسمت ملک

[یہ تقریر مارچ ۱۹۷۸ء کو ہارورڈ یونیورسٹی (امریکہ) کے ڈیویٹی کالج (DIVINITY COLLEGE) کے ہال میں کی گئی، اس کا انگریزی ترجمہ مول حسین صدیقی ندوی نے کیا، تعانی تقریر اور اناؤنس کے فرائض مدرسین صدیقی نے انجام دیئے، جلسے میں یونیورسٹی کے اساتذہ، اسکالرز اور طلبہ نے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی کثیر تعداد شریک تھی، جلسہ کا آغاز قاری نے جو ایک امریکی نژاد بھائی مسلمان تھے، سورہہ والتین کی تلاوت سے کیا۔]

بڑا خوش قسمت اور بڑا بد قسمت

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ

دوستو اور بھائیو! میں اپنی آج کی گفتگو کا آغاز ایک ایسے مضمون سے کرنا چاہتا ہوں، جس کی طرف رہنمائی ان ہی آیتوں سے ہوئی، جو ابھی پڑھی گئیں، اس کو ایک طرح کا انعقاد کہئے کہ مجھے اس سے آپسے بات کرنے کا راستہ مل گیا، میں اپنی تقریر کا آغاز ایک ایسے جلسہ سے کرتا ہوں جو شاید آپ کے لئے اور بہت سے

پڑھے لکھے لوگوں کے لئے خلافتِ توحہ اور پوکھانے والا ہو، مغرب کا خطہ جو یورپ کے امریکہ تک پھیلا ہوا ہے، یہ بڑا فوش قسمت ہے اور بڑا بد قسمت، آپ ایک ہی جلیں لیتے بڑے تضاد کو من کر عجب کریں گے لیکن ابھی آپ کے سامنے جو آیات پڑھی گئی ہیں وہ خدا ایک بہت بڑی حقیقت کو بیان کرتی ہیں اور وہی واقعہ اس خطہ زمین کا ہے جس کو خدا نے دنیا کی قیادت عطا کی، بہت ایسے اسباب کی بنا پر جس کی تفصیل شکل ہے اور جس اپنی کتاب 'ماذخر العالم باعظاظ المسلمین' (انگریزی ترجمہ ISLAM AND THE WORLD) میں تفصیل سے بیان کیا ہے کہ مغرب کو قیادت کیسے حاصل ہوئی، جو انسان کا معاملہ ہے وہی تقریباً اس خطہ زمین کا معاملہ ہے، ایک ہی وقت میں یہ بڑا فوش قسمت بھی ہے اور بڑا بد قسمت بھی، اگر واقعہ اتنا ہی ہوتا کہ یہ اپنی ذات سے فوش قسمت اور بد قسمت ہوتا تو کوئی بڑی ٹریجڈی اور کوئی بڑا سانحہ نہ ہوتا، تاریخ انسانی میں ہمیں ایسی بہت سی قوموں اور ملکوں کا سراغ ملتا ہے، جو اپنی ترقی کے نقطہ شروع پر پہنچ گئے تھے پھر اس کے بعد ان کا زوال شروع ہوا اور وہ بام تریا سے گر کر تحت الشری میں پہنچ گئے، اگر یہ ایک تنہا ملک کا معاملہ ہوتا تو ہمیں اس سے کچھ پی کی کوئی وجہ نہ تھی، لیکن جب کسی ملک کو قیادت کا مقام حاصل ہوا اور وہ دنیا کے حالات پر اثر انداز ہوا اور اس کی فوش قسمتی اور بد قسمتی کسی خاص خطے تک محدود نہ ہو بلکہ اس کا اثر انسانیت اور انسانیت کی قسمت پر پڑے تو واقعہ کی سنگینی بہت بڑھ جاتی ہے۔

آپ غور کریں گے کہ میں ایک وقت ہی میں نہیں بلکہ ایک سال میں امریکہ کو فوش قسمت بھی کہہ رہا ہوں اور بد قسمت بھی، آپ کو اس کی وجہ پوچھنے کا پورا حق حاصل ہے، اسے فوش قسمت اس وجہ سے کہ خدا نے اس کو اپنی نعمتوں سے مالا مال کیا، یہاں کے رہنے والوں کو ایسی قوتِ ارادی ایسا فوش مل، ایسی ذہانت، ایسا کام کرنے کا جذبہ ایسی توانائی عطا کی کہ اس نے اس زمین کو جنت کا نمونہ بنا دیا، خدا کی قدرت کے رازوں کا انکشاف کیا، کائنات کی قوتوں کو مستحکم کیا، اقبال کے الفاظ میں سورج کی شاعروں کو گرفتار کیا، ستاروں کی گنگدگاہوں کو دریافت کیا، اس نے اس مٹی کو سونا بنا دیا، اب یہ زمین ہونا اگلتی ہے، یہاں کی فضائے مہن برتا ہے، اور یہاں (بائبل کی زبان میں)

دودھ اور شہد کے دریا بہتے ہیں، یہ نتیجہ ہے، ان قوموں کے جوشِ عمل کا، ان کے جذبہٴ مسابقت کا، ان کے بے چین فطرت کا، اور ان کے ذہنکے والے نہ ہانے والے عزم کا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس خطہٴ زمین کو جو یورپ سے یہاں تک پھیلا ہوا ہے، قدرتی دولتوں سے مالا مال کیا، خدا کی نعمتوں کے بہترے خزانے یہاں موجود ہیں، اور پھر موجود ہی نہیں، بلکہ یہاں وہ ہاتھ بھی موجود ہیں، جو ان خزانوں کو برآمد کریں اور قدرت کی دولت سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں، اس لحاظ سے یہ ملک بڑا خوش قسمت ہے اور اس نے اپنی خوش قسمتی کا سکھ صرف اس ملک کے رہنے والوں پر نہیں بلکہ ساری دنیا پر بیٹھا دیا ہے، آج ساری دنیا ان کی درویشہ گر ہے، دنیا کی ہر قوم ان کے سامنے جھولی پھیلائے، بلکہ ہاتھ پھیلائے کھڑی ہے، اور بھیک مانگ رہی ہے، انھوں نے اپنی ذہانت سے اپنے حسن تنظیم سے زندگی کو اس طرح منظم کر لیا کہ ساری دنیا اس سے فیض پارہی ہے، انھوں نے مادی اور اقتصادی طور پر اپنی افادیت اور ذہنی صلاحیت کا سکھ دنیا پر بیٹھا دیا ہے، اس لحاظ سے آپ ان کو خوش قسمت کہیں، اس میں ذرابالغہ نہیں، اگر ہم ہندوستان میں، مصر میں، عراق میں، سعودی عرب میں، مشرق کے کسی ملک میں ہوتے تو اس کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت تھی، مگر ہم اور آپ اس وقت جہاں بیٹھے ہیں اس کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔

”جیاں راجہ بیاں“

آپ اس کی خوش قسمتی پر جتنا رشک کریں اور اس خوش قسمتی کی جتنی داد دیں اور اس کو جتنا سراہیں سب بجا ہے، اس بارے میں میں کسی عصبیت کو جائز نہیں سمجھتا، نہ مذہبی تعصب، نہ ایشیائی تعصب، نہ قومی تعصب، نہ نسلی، یہ ایک حقیقت ہے جو درویشوں کی طرح ہمارے سامنے ہے۔

لیکن اس کے باوجود یہ ملک بد قسمت ہے، یہ الفاظ میں پورے حیرت اور صفائی کے ساتھ کہہ رہا ہوں، بہت سے بھائیوں کے لئے یہ اجنبی اور نا مانوس ہوں گے، لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے، یہ واقعہ ہے کہ یہ ملک بڑا بد قسمت ہے،

## جس لے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا

اس ملک کی نہیں بلکہ انسانیت کی یہ بے قسمتی ہے کہ اس ملک نے تنہا اسی میدان میں فوتو جاتا حاصل کیں اور اس میں ریکارڈ قائم کر دیا اس نے اس زمین کو گلزارِ لالہ زار بنا دیا بڑی خوش قسمتی کی بات ہوتی اور دنیا کی تاریخ کچھ اور ہوتی اگر اس خطہ زمین کو صحیح رہنمائی حاصل ہوتی اور اس کو دین صحیح کی نعمت ملی ہوتی، اور جس طرح اس نے ادبیات کی طرف توجہ کی اخلاقیات کی طرف توجہ کرتا، اور جس طرح اس نے آفاق میں خدا کی نشانیاں دکھائی ہیں، اور ”سنو دھہر ایا تانی الأفاق“ پر عمل کیا ہے، ویسے ہی ”انفس“ خدا کے پیدا کئے ہوئے دل، عطا کی ہوئی روح، اور طبع اسات میں بھی خدا کی نشانیاں دیکھتا اور دنیا کو دکھاتا، اس کی ذہانت صرف اس پر مرکوز نہ رہتی کہ وہ قدرت کے راز ہائے سرسبز فاش کرے بلکہ وہ اپنے دل اور روح کے اسرار اور انسانی دل کی گہرائیوں سے بھی واقف ہوتا اور اس کو معلوم ہوتا کہ جتنی یہ کائنات وسیع نظر آتی ہے اور سیاروں کا اس نے جو رقبہ جم دریا فت کیا، جن چیزوں کا اس نے انکشاف کیا اور اب آخرین چاند پر پہنچ کر ایک اور نئی فتح حاصل کی ہے، اگر اسی تناسب سے یا اس سے بہت کم تناسب سے وہ انسانی روح کی حقیقت کی طرف توجہ کرتا اور اُسے خدا کی صحیح معرفت حاصل ہوتی اور انسانی قلب کی وسعت، طاقت، اجازت، محبت اور اس کی لطافت اور مصومیت، بے لوثی اور بے غرضی کو بھی معلوم کرتا، وہ قلب کو بیدار کرنے کی کوشش کرتا اور اس کے اندر کی طاقتوں سے آشنا ہوتا اور ان سے کام لینے کی اس کو توفیق ہوتی، اس وقت اس کو معلوم ہوتا کہ یہ پوری کائنات اگر دل کے اندر ڈال دی جائے تو گم ہو جائے جس طرح ایک حقیر نکرہی بحر اوقیانوس میں ڈال دی جائے اور پتہ بھی نہ چلے کہ وہ کہاں گئی، اس کو انسانیت کا مقام معلوم ہوتا کہ انسان کیا ہے اس کو چاہتا

حیوانات، نباتات کا مقام معلوم ہے، کیمسٹری پر، میا لوجی پر، زیبا لوجی پر اس نے جو محنتیں کی ہیں، اور اپنی ذہانت صرف کی ہے اور جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۚ وَأَن تَسْعَاهُ سَوْفَ يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ يُجْزَاهُ  
انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے اور یہ کہ اس کی کوشش دکھی جائے گی، پھر اس کو  
الْجُزَاءَ الَّذِي لَهُ۔  
اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

فرمایا۔

كَلَّا لَنُحْمَدُهُنَّ هُوَ الَّذِي دَعَا مِّنْ عَطَايَ رَبِّكَ دَوْمًا كَانَ عَطَاؤُ رَبِّكَ  
ہم ان کو اور ان کو سب کو تمہارے پروردگار کی بخشش سے الامان کر دیتے ہیں اور تمہارے پروردگار کی بخشش کسی سے رکی ہوئی نہیں۔

انسان اپنی کوشش کے لئے جو میدان بھی انتخاب کرے گا خدا کا مہیا ہی دے گا یہاں کوئی رائٹنگ نہیں ہے کوئی بندش نہیں ہے کہ یہاں سے آگے تم ترقی نہیں کر سکتے، تو انہیں قدرت اور طبیعتی کائنات پر غلبہ نے جو محنت صرف کی ہے اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ یہ کائنات سمٹ کر رہ گئی ہے اور انسان نے اپنے مقاصد و مفادات کے لئے اس کو مستحضر کیا ہے، اسی طریقے سے روح، قلب اور ایمان و یقین پر اگر یہ ملک محنت کرتا اور اپنی ذہانت صرف کرتا تو اس کو انسانیت کا صحیح مقام معلوم ہوتا ایک درخت پر جب اس نے محنت کی تو اس نے درخت سے وہ برآمد کیا جس کی کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا، اسی طریقے سے علم الکیمیا (CHEMISTRY) طبیعیات (PHYSICS) نباتات (BOTANY) پر جب اس نے محنت کی تو نئے عالم دریافت کئے، پہلے تو اس عالم کے علاوہ دوسرے عالم ماننے میں بھی لوگوں کو بہت ہی اشکال تھا، اور جو لوگ یہ کہتے تھے کہ اس دنیا کے علاوہ اور بھی

دنیا میں ہیں تو کلیسا نے انھیں بڑی سخت سزا میں دیں، لیکن اب ہر چیز میں نئی نئی دنیا دریافت ہو رہی ہے، اسی طرح اگر اس کو انسانیت کا مقام معلوم ہوتا، اگر شرف انسانی سے یہ واقعہ ہوتا کہ خدا نے انسان کو کیا درجہ دیا اور اس کا کیا مقام ہے تو آج دنیا کی قسمت کچھ اور ہوتی، دنیا کے حالات کچھ اور ہوتے۔

### مناسب ترین مذہب

اس دنیا کی تاریخ میں دو واقعات ایسے پیش آئے جنھوں نے اس ملک کو اس نعمت سے محروم کر دیا، اور یہ المیہ پیش آیا نہ صرف مغرب کے لئے بلکہ ساری دنیا کے لئے، ایک تو یہ کہ اس خط زمین کو عیسائیت ملی، اس میں ہم مسلمانوں کی کوتاہی کو بھی دخل ہے ہم اس کا جتنا بھی تاہم کریں وہ بالکل حق بجانب ہے، واقعہ یہ ہے کہ اس ملک کے لئے اس خط زمین کے لئے مناسب ترین مذہب اسلام تھا، جو انسانی قوتوں کو بیدار کرتا ہے، جو عقل انسانی کی ہمت افزائی کرتا ہے، جو عقل سے کام لینا سکھاتا ہے، وہ انسان میں خود اعتمادی پیدا کرتا ہے اپنی عزت کا احساس پیدا کرتا ہے، وہ کہتا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝

ہم نے انسان کو بہتر اندازہ میں پیدا کیا۔

وہ کہتا ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَخَلَقْنَا لَهُمُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ مَا يَشَاءُونَ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ۝

ہم نے انسان کو بڑا اعزاز بخشا، ہم نے اس کا بڑا رتبہ بلند کیا، ہم نے اس کو زمین اور آسمانی طاقتوں کا راکب بنایا، شہسوار بنایا، اور ہم نے اس کو بڑی نعمتیں عطا کیں، اکثر مخلوقات پر فضیلت بخشی۔

وہ کہتا ہے۔

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۗ  
(البقرہ - ۳۵)

میں زمین میں انسان کو خلیفہ بنانے والا ہوں وہ انسان کے سر پر خلافت کا تاج رکھتا ہے جو آخری چیز ہو سکتی ہے، اسلام کی بنیاد تو حید پر ہے، وہ یہ کہتا ہے کہ انسان خلیفۃ اللہ ہے، اس دنیا میں خدا کا نائب ہے اور پھر انسان کا مرتبہ اتنا بڑھایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے آگے انسانیت کی بلندی کا تصور نہیں ہو سکتا، چنانچہ ایک حدیث قدسی ہے کہ خدا تعالیٰ انسان سے کہے گا کہ اے انسان میں بیمار ہوا تھا تو مجھے دیکھنے نہیں آیا تو وہ کہے گا کہ بار خدا یا! آپ کو بیماری سے کیا مطلب؟ آپ ان سب چیزوں سے بالاتر ہیں! تو ارشاد ہو گا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اس کی عیادت کے لئے جاتا تو مجھے وہیں پاتا، اے میرے بندے میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا وہ کہے گا کہ آپ کو بھوک سے کیا نسبت اور اس سے آپ کا کیا واسطہ؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ بھوکا تھا تو اگر اس کو کھلاتا تو مجھے پہنچتا۔ اے میرے بندے میں برہنہ تھا تو نے مجھے کپڑے نہیں پہنائے تو وہ کہے گا آپ کیا کہہ رہے ہیں ارشاد ہو گا کہ میرا فلاں بندہ برہنہ تھا اگر تو اس کو کپڑے پہنتا تو مجھے پہنچتے۔

اس سے بڑھ کر انسانیت کو اعزاز نہیں بخشا جا سکتا اور اس سے بلند تصور نہیں کیا جا سکتا پھر اسلام یہ بتاتا ہے انسان پیدا الٰہی طور پر لے گناہ ہے اس کی فطرت صاف ہے اس کی تختی بالکل سادہ ہے نکل مولود یولد علی الفطرة فآلوانہ یمودانہ وینصرانہ ویحسبانہ ہر بچہ ماں کے پیٹ سے بالکل معصوم لے گناہ پیدا ہوتا ہے اس کے ماں باپ کا یہ کارنامہ ہے کہ کبھی اس کو یودی بنا دیتے ہیں، کبھی عیسائی بنا دیتے ہیں اور کبھی موسیٰ اس پر اپنا رنگ چڑھاتے ہیں، لیکن انسان جو پیدا ہوتا ہے وہ صبغة اللہ خدا کا رنگ لے کر آتا ہے اور اسلام یہ بتاتا ہے کہ انسان کی اصل جو ہے وہ طاعت ہے انسان کی فطرت میں سلامتی لکھی ہوئی ہے اس کی فطرت میں کسی قسم کا ٹیڑھا پن یا کجی نہیں، چنانچہ

آپ دیکھتے ہیں کہ قرآن میں آتا ہے (اور بہت کم لوگوں کو غور کرنے کا اتفاق ہوا ہوگا) "لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ" یعنی انسان کے لئے وہ چیز مفید ہے جو اس نے کمائی اور انسان کے لئے وہ چیز مضر ہے، جو اس نے تکلف کمائی یعنی انسان کو نیک کام کرنے کے لئے کسی تکلف کی ضرورت نہیں اس کی اپنی فطرت سے لڑائی لڑنے کی ضرورت نہیں (لہا ما کسبت) میں کسبت "یہ مجرد کے صیغے سے آیا ہے، اور اکتسبت" مزید فیہ باب افتعال کے صیغے سے آیا ہے جس میں تکلف شامل ہے اس نے جو اچھا کام کیا اور جو خدرا کی مرضی کے مطابق ہے، وہ عین فطرت کے موافق تھا، اور جو اس نے غلط راستہ اختیار کیا وہ فطرت کے خلاف تھا، اس کو اپنی فطرت سے لڑائی لڑنی پڑی اپنی فطرت سے انحراف کرنا پڑا، اس کو ایک مجاہدے کا کام کرنا پڑا، اس سے بڑھ کر انسانی فطرت کے متعلق کیا سند ہو سکتی ہے کہ جو انسان کا صحیح کام ہو وہ اس کی فطرت کا تقاضا ہے، اور جو اس نے غلط کام کیا تو گویا اس نے اپنی طرف سے بناوٹ کی۔ تو اس ملک کے لئے مناسب ترین مذہب اسلام تھا، اگر اس ملک کا اور اسلام کا سونگو ہو جانا یعنی ایک جائز رشتہ قائم ہو جاتا تو دنیا کی تاریخ کچھ اور ہی ہوتی، ایک طرف اس خطہ زمین کے لوگوں کی توانائی، اہلیتی ہوئی طاقتیں جو جوش مارتی ہیں جس طرح فوارہ ابلتا ہے، ان کے اندر کام کرنے کی لامحدود طاقت، ان کو کسی چیز پر چین نہیں ہے، یہ بیاروں تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں، سمندر کھنگال کر اس سے موتی نکالنا چاہتے ہیں، سورج کی شعاعوں کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں، مٹی سے سونا بنا کر ناپا جاتے ہیں، انہوں نے بے جان چیزوں میں جان ڈال دی ہے، ایک طرف ان کی توانائیاں، ان کی بے چین فطرت، ان کے ملک کی شادابی، اور قدرتی نعمتیں، دوسری طرف اسلام کی راہ اعتدال، اسلام کی حوصلہ افزائی، اسلام کا دین فطرت ہونا، اسلام کا اپنے اوپر اعتماد پیدا کرنا کہ انسان اپنی ذات سے بے گناہ ہے، وہ ماں کے پیٹ سے بالکل بے گناہ پیدا ہوتا ہے، اور اگر وہ گناہ کرتا ہے تو وہ ایک عارضی چیز ہوتی ہے جیسے ہی وہ توہر کا ارادہ کرتا ہے تو وہ رنگ جو اس پر لگ گیا ہے وہ نکل جاتا ہے، تو بے کوئی مجبوری کی چیز نہیں بلکہ

وہ عین اس کی فطرت کا تقاضا ہے اور اندر سے وہ چیز ابھرتی ہے باہر سے نہیں آتی اس لئے توبہ کرنے والوں کا انعام بتایا گیا ہے، اسلام انسان کی بہت افزائی کرتا ہے، وہ انسانی قوت کو ابھارتا ہے، وہ دین توحید ہے اس میں کہیں تخیلات پروردی نہیں ہے، وہ حقائق پر مبنی ہے، وہ ایسا عام فہم اور بدیہی مذہب ہے جس کو ہر سلیم الفطرت آسانی سے سمجھ جاتا ہے، وہ انسانی زندگی کو بیڑیاں نہیں پہناتا کہ انسانی زندگی مفید ہو کر رہ جائے وہ علم کی راہ نہیں روکتا، بلکہ علم کو ایک مقدس عبادت قرار دیتا ہے، وہ انسان کو دعوتِ فکر و مطالعہ دیتا ہے، وہ کہتا ہے۔

اور خود تمہارے انفس میں (بہت سی نشانیاں  
ہیں تو کیا تم دیکھتے نہیں؟

وَلِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ

وہ کہتا ہے۔

جو آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے (دیکھتے ہو گے  
لے پر مددگاروں نے اس (خلوق) کو بنایا، تو نہیں پرکارا

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَالِغًا

اور۔

ہم عقربان کو کائنات (عالم میں بھی اور خود ان کی  
ذات میں بھی نشانیاں دکھائیں گے۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي  
أَنْفُسِهِمْ

وہ انسان کو عقل سے کام لینے کو کہتا ہے اور قولے فکر یہ اور عقل و دماغ کو معطل و مفلوج کرنے کی  
ذمّت کرتا ہے، وہ کہتا ہے۔

اور وہ کہ جہاں کو پروردگار کی باتیں سمجھنے والے ہیں تو  
ان پر اندر سے ہر چیز کو نہیں کہتے (بلکہ غور سے سنتے ہیں)

وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ  
لَمْ يَخْفَوْا وَاعْتَابُوا مَا وَهَمْنَا بِهَا

لیکن صرف اس ملک کی ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کی توحیح انسانی کی اور خاص طور پر یہاں سے اس دور کی

بدقسمتی ہے اس ملک نے جس مذہب کا انتخاب کیا وہ اس ملک کو بتاتا ہے کہ انسان پیدائشی طور پر گنہگار ہے، وہ انسان کے اندر ایک قسم کی یاوسی پیدا کرتا ہے کہ گناہ یہ اس کی قسمت ہے اور قسمت بدل نہیں سکتی یعنی اس کا یہ جرم کاروگ ہے، وہ جرم کا گنہگار ہے، ایک تو یہ ہوتا ہے کہ اس سے غلطی ہو جائے اور وہ کچھ غلطی ہوئی اور اس کی وہ تلافی کرنے ہیں لیکن انسان کے اندر یہ عقیدہ بٹھا دیا جائے کہ انسان پیدائشی طور پر گناہگار ہے تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ایسا احساس کتری پیدا ہوگا۔

تو ایک تو اس ملک کی بدقسمتی یہ تھی کہ اس نے جس مذہب کا انتخاب کیا وہ مذہب اس کی انسانیت کا شرف نہیں بڑھاتا بلکہ اس کی انسانیت پر دھتکا لگاتا ہے، اور اس کو دانداز بنا کر پیش کرتا ہے، اور اس کو باور کرتا ہے کہ اس کو ایک ایسی ہی ضرورت ہے جو اس کا کفارہ بن کر اس کے گناہوں کو معاف کرنے، مہضب یہ ہوا کہ پھر تھوٹے ہی عرصہ بعد اس میں رہبانیت اور ترک دنیا کا رجحان پیدا ہو گیا۔

## کلیسا نے علم و عقل کی راہ روکی

دوسری بدقسمتی یہ تھی کہ جب کلیسا صاحب اقتدار تھا تو کلیسا نے علم و عقل کی راہ روکی، جب یورپ بیدار ہو رہا تھا اور وہ زنجیریں توڑ رہا تھا، جو اس کے پاؤں میں ڈال دی گئی تھیں تو کلیسا ایک دیوار بن کر کھڑا ہو گیا اس نے ہر چیز کو اپنے فیتے سے ناپنا شروع کیا اور ہر چیز کی تدبیر بائبل سے تلاش کرنا شروع کی، اس نے زمین کی کرورت کا خیال پیش کیا تو کلیسا نے اس کی مخالفت کی، اس نے تعدد و عوالم کا نظریہ پیش کیا کہ یہی دنیا نہیں بلکہ اور دنیاں بھی ہیں، کلیسا نے اس کو کفر قرار دیا، امتداد قرار دیا، اس نے بنایا کہ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے تو کلیسا نے کفر کا فتویٰ لگایا پھر کلیسا نے احتساب کی عدالتیں (INQUISITIONS) قائم کیں جو لوگ اس کا نشانہ بنے ان کی تعدد و گزشتہ جنگ عظیم کے مقتولین کی تعداد سے کسی طرح کم نہیں ہے، یہ دو چیزیں ایسی ہیں جو گئیں جن میں ملک

ریخ کسرا دیات کی طرف ہو گیا، اس کے اندر ایک مذہب سے نہیں بلکہ ملحق مذہب کی طرف سے بے اعتمادی اور ایک طرح کا کینہ اور انتقامی جذبہ پیدا ہو گیا، اس نے یہ سمجھا کہ علم میں اس وقت تک ترقی نہیں ہو سکتی جب تک مذہب کی بیڑی کو کاٹ کر پھینکا نہ جائے اور کلیسا سے آزادی حاصل نہ کر لی جائے، چنانچہ اس نے کلیسا سے بغاوت کی اور اس کے بعد اس نے یہ مادی سفر شروع کیا جس کے نتائج آج آپ کے سامنے ہیں۔

حضرت ایبہ داستان طویل علمی ہے اور بڑی دردناک بھی، دل پر پتھر رکھے بغیر نہ سالی جاسکتے ہے، اور نہ مٹی جاسکتی ہے، تاریخ آپ کے سامنے ہے، آپ سب اہل علم ہیں آپ کا وسیع مطالعہ ہے، آپ تاریخ کے طالب علم بھی ہو گئے اور تاریخ کے فاضل اور اسکالر بھی، اس وقت یہ گفتگو ایسی یونیورسٹی کے دیوار کے سامنے میں کر رہا ہوں جو دنیا میں بڑی شہرت رکھتی ہے، اور اس کا بہت بلند مقام ہے، اس لئے مجھے تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔

## مغربی تہذیب نے اپنا عمل پورا کر لیا ہے

مغرب کی مادی تہذیب اپنے نقطہ عروج (CLIMAX) پر پہنچ گئی ہے، کائنات کے مضمرات کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اس لئے ہم کوئی دعویٰ نہیں کر سکتے کہ اس کے بعد کوئی جہاں نہیں۔ ع

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

لیکن اس وقت یہ تہذیب اپنے جو بہترین پھل لاسکتی تھی اور جو بہترین نتائج دنیا کے سامنے پیش کر سکتی تھی، وہ اس نے دنیا کے سامنے پیش کر دیئے، اس وقت ہم ایک ایسے موڑ پر آ کر کھڑے ہو گئے ہیں کہ تہذیب نے تقریباً اپنا عمل پورا کر لیا ہے، اور امریکہ جو اس تہذیب کا بڑا مرکز ہے، وہ اس وقت اپنی اپنی ترقی کے جھولے میں جھولا جھول رہا ہے، وہ فخر سے یہ کہہ سکتا ہے (اور کہنے والے کبھی بڑے ہیں) کہ ہم نے قدرت کے چہرے کا ہر نقاب اٹھا دیا ہے، ہم نے کوئی راز راز نہیں رکھا، ہر راز کو فاش کر دیا ہے، اور اس کے نتیجے میں

جو ہونا چاہئے وہ اس وقت حاصل ہے اس وقت فاصلے سمٹ کر رہ گئے ہیں اور انسان کو جو آسانیان  
میترا سکتی تھیں وہ حاصل ہو گئیں اب اس کو کوئی دشواری نہیں، اب کسی تکلیف کی ضرورت نہیں،  
اب وہ تکلیف کا مزہ خود چکھنا چاہے تو چکھ سکتا ہے لیکن وہ تکلیف اٹھانے پر مجبور نہیں۔

لیکن اس کے باوجود انسان کو نہ سکون حاصل ہے اور نہ دنیا میں امن امان قائم ہے انسان ایسے مقام  
پر پہنچ گیا ہے جہاں وہ بالکل بہت ہو کر کھڑا ہو گیا ہے زندگی اس کو بے مقصد معلوم ہوتی ہے، چیزیں جو بوجھ ہیں  
لیکن ان کا اصلی اثر اس کو حاصل نہیں ہوتا ہے اس وقت تو ضرورت اس کی تھی کہ خود اس ملک میں ایسے لوگ پیدا  
ہوں جو اس ملک کو اس دلدل سے نکالیں جس میں وہ پھنس گیا ہے اور اس ملک کو ایک نیا پیغام دیں اس ملک  
میں ایک نئی زندگی پیدا کریں لیکن افسوس ہے کہ اب زندگی اس رفتار سے جا رہی ہے کہ اس کی باگ بانسان  
کے ہاتھ میں نہیں رہی اب انسان زندگی پر سوار نہیں بلکہ زندگی اس پر سوار ہے اب انسان راکر نہیں بلکہ راکر  
بن کر رہ گیا ہے اب اس کو یہ تہذیب سرپٹ لئے جا رہی ہے، منزل نامعلوم، باگ ڈور ہاتھ میں نہیں پاؤں  
رکاب میں نہیں انسان کے کھج میں نہیں آتا کہ کہاں جا کر یہ سفر ختم ہوگا اور اب وہ حامل نہیں محمول بنا ہوا ہے  
اس موقع پر امید تو یہ تھی اور ہم ایشیا کے لوگ (جن میں فلسفی بھی ہیں اور عوام بھی) آنکھیں لگائے ہوئے تھے  
کہ مغرب ہی میں کوئی پیدا ہوگا جو اس تہذیب کو نیا رخ دے گا اور زندگی کی اس ترقی کو باصافی اور  
بامقصد بنائے گا لیکن ایسی شکل پیدا نہیں ہوئی۔

## امید کی ایک کرن

میں اس کو محض اتفاق نہیں کہتا، میں اتفاقات کی منطق کا قائل نہیں ہیں سمجھتا ہوں کہ ہر کام اول  
واقعہ کے پیچھے تقدیر الہی کا حکم کرتی ہے "ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ" خدا نے آپ کو اس ملک میں پہنچایا  
دیبا ہے بڑی تعداد میں مسلمان یہاں پہنچ گئے ہیں ان میں صرف ہاتھ سے کام کرنے والے نہیں بلکہ دماغی

صلاحیت رکھنے والے مسلمان بھی ہیں جو یونیورسٹیوں میں تعلیم پا رہے ہیں، تحقیقات میں مصروف ہیں، بہت سے ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے علم کا یہاں لوہا منوایا ہے، وہ بہت سی کتابوں کے مصنف بھی ہیں، محقق بھی ہیں، خود یہاں کی آبادی میں اسلام پھیل رہا ہے اور ایک بڑی تعداد ایسی موجود ہے جو یا تو اسلام قبول کر چکی ہے یا قبول کرنے کے لئے تیار ہے ہمارے بلالی مسلمان بھی اس وقت ہمارے لئے طاقت کا سرچشمہ اور ہماری امیدوں کا مرکز ہیں، اس طرح یہ ملک ایک نئی کروٹ لے رہا ہے اور امید کی ایک نئی کرن پیدا ہو رہی ہے، وہ موقع کہ ہم اس ملک کی دستگیری کرتے وہ ہمارے باہمی اختلافات کی وجہ سے اور ہماری کوتاہ بینی سے نکل گیا، چاہئے تو یہ تھا کہ جس وقت ترکوں کو اقتدار حاصل ہوا تھا، اور مغرب میں ان کی مضبوط حکومت قائم ہوئی تھی یا اس سے بھی قبل جب اسپین میں مسلمانوں کی حکومت قائم تھی اس وقت یورپ میں اسلام کی اشاعت ہوتی تو مغرب آج اس ورطہ میں نہ پڑتا، اس مادیت کے دل و دل میں نہ بھینتا اور نہ اس کی وجہ سے وہ قومیں ان دلدلوں میں پھنستیں جو یورپ کی مقلد ہیں۔

لیکن افسوس کہ ہم نے اس وقت سے کام نہ لیا، اس سے بھی پہلے جب اسلام کے داعی دنیا میں نکلے تھے کاش کہ اس وقت وہ داعی یہاں پہنچ جاتے، کہا جاتا ہے کہ امریکہ کا کالمبس سے پہلے مسلمانوں نے انکشان کیا تھا کاش وہ اس انکشان سے فائدہ اٹھاتے اور اس ملک کو ایک پیغام دیتے اور وہ پیغام اسلام ہوتا لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہ ہو سکا جس کا نتیجہ سبز کے طور پر آج اسلامی ممالک بھگت رہے ہیں آج اسلامی ممالک یورپ کی جس غلامی میں مبتلا ہیں اور جس طرح وہ یورپ کے دروازہ گرہن گئے ہیں اور مغرب کے ارادوں کے جس طرح وہ تابع ہو گئے ہیں، مغرب جو معاملہ کر رہا ہے اور جو کھیل کھیل رہا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ وہ سبز ہے مسلمانوں کی اس کوتاہی کی کہ مسلمانوں نے وقت پر اس کو خرد کا پیغام نہیں سنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام سے آشنا نہیں بنایا۔

لیکن اب خدا نے ایک موقع دیا ہے، آپ مختلف ملکوں سے مختلف تقریبوں سے مختلف افراد سے

سے تیزی کے ساتھ اس ملک میں آ رہے ہیں، کوئی اسلامی ملک نہیں جس کے بہترین نوجوان یہاں نظر آتے ہوں اور آخری بات یہ ہے کہ اس ملک سے جہاں حرم واقع ہے اس سے بھی بڑی تعداد میں نوجوان یہاں آ رہے ہیں اس وقت آپ حضرات اپنی ذمہ داری کو سمجھیں آپ کی ذمہ داری اتنی ہی نہیں کہ آپ مغرب کے علوم سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے معاشی مسئلے کو حل کریں یا آپ یہاں سے بڑی دولت کما کر لے جائیں اور اپنے کنبہ اور خاندان کو فائدہ پہنچائیں آپ کو اپنی ذمہ داری سمجھنی چاہئے کہ اس ملک میں جس چیز کی کمی ہے اور یہ ملک اپنی تمام دولتوں کے باوجود جس دولت کے بارے میں محتاج ہے اور خدا کے اس ارشاد کا صحیح مصداق کہ تَدْرَجْنَاكَ مَسْغَلًا سَافِلِينَ اگر آپ اس کی ادا ی فتوحات دیکھئے، اگر آپ اس کی سائنسی ترقیات دیکھئے تو لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ کا نقشہ ہے اور اگر آپ اس کا اخلاقی افلاس دیکھئے، اگر آپ اس کی روحانی پیمائش دیکھئے، اگر آپ اس کی عبادت دیکھئے تو اس کو مَسْغَلًا سَافِلِينَ کے مقام پر پائیے گا ایک طرف آپ اس کی حقیقی خشکی کو دیکھئے اور ساتھ ساتھ اس کے عقلی بچپن اور طفولیت کو دیکھئے دو چیزیں اس میں جمع ہیں ایک طرف وہ چاند پر جا رہا ہے دوسری طرف وہ اخلاقی پستی کے آخری گڑھے میں گر رہا ہے وہی امر کہ جسے آج ہر مسئلے کو حل کر دیا ہے، وہی آج اپنے نوجوانوں کے اخلاقی مسئلے کو حل کرنے میں ناکام ہے اقبال نے کہا تھا

جس نے سوچ کی شاعروں کو گرفتار کیا

زندگی کی شب تاریک سمجھ کر نہ سکا

میں بالکل صفائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ کاش بہاؤ کوئی اسلامی ملک اس پوزیشن میں ہوتا کہ مغرب کے پیغام دیتا اور مغرب آنکھیں ملا کر کہتا، اے مغرب! تو نے یہ ٹھوک رکھائی، اے مغرب! تیرے درد کی دوا ہمارے پاس ہے تیرے درد کی دوا ہمارے قرآن میں ہے رسول اللہ کے پیغام میں ہے، لیکن میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ ہاری گروہی مذمت اور شرم سے جھک جاتی ہیں کہ کوئی اسلامی ملک بھی اس پوزیشن میں نہیں کہ اس ملک آنکھیں ملا کر خود اعتمادی سے کچھ کہے، یہ واقعہ ہے کہ ہم نے اپنے کو اس پوزیشن میں رکھا ہی نہیں ہے کہ ہم مغرب کے مردوں

کی طرح بات کر سکیں، ہم جب مغرب کی بات کرتے ہیں تو سر سے لے کر پیر تک ہم اس کے امتا میں ڈھلے ہوئے ہوتے ہیں ہماری جہالت ہمارے غلات کو اہی دیتی ہے، ہمارا افلاس ہمارے سر پر چڑھ کر بوتا ہے، بھیک کے لئے ہمارا ہاتھ پھیلا ہوتا ہے، ایسی حالت میں کوئی اسلامی ملک میں مغرب جو کہ اقتدار کا مالک ہے جس کو ہر طرح کی سیادت، علمی سیادت، سیاسی سیادت، اقتصادی سیادت حاصل ہے کیا بات کر سکتا ہے؟ کون سا ایسا ملک ہے جو اس مغرب پر ادنیٰ تنقید کر سکے، اس مغرب کو کوئی لغتہ دے سکے کوئی مشورہ دے سکے؟

## آپ داعی کا مقام رکھتے ہیں

لیکن آپ میں کہتا ہوں ممکن ہے آپ اس کو میری بلند پروازی پر محمول کریں لیکن میں آپ سے فرود کہتا ہوں کہ آپ اپنی زندگی اپنے وجود اپنے طرز زندگی سے یہ ثابت کریں کہ آپ کے پاس اس مغرب کو دینے کے لئے کچھ ہے آپ یہاں صرف لینے کے لئے نہیں آئے ہیں بلکہ دینے کے قابل بھی ہیں آپ کا ہاتھ صرف لینے کے لئے نہیں پھیلا ہوا ہے بلکہ وہ کچھ دینے کے لئے بھی پھیل سکتا ہے آپ اگر نو سو روپی کے طالب علم ٹیچر یا سرچر اسکالر ہیں یہاں تک کہ آپ یہاں کسی کس فرم میں ہیں آپ کا جن سے سابقہ پڑتا ہے آپ کے ساتھ جو کام کرنے والے ہیں ان سب کے سامنے آپ اسلام کی صداقت کو پیش کر سکتے ہیں ان میں یہ احساس پیدا کر سکتے ہیں کہ اسلام آج بھی ان کی مدد کر سکتا ہے کچھ دے سکتا ہے، ان کے پاس کچھ ہونے کے باوجود گویا کچھ نہیں اور ان سے جو حقیقی فائدہ پہنچنا چاہتے تھے ان طبعی حقیقتات اور آدمی فتوحات سے وہ ان کو نہیں پہنچ رہے آپ کے اندر یہ اعتماد بحال ہونا چاہئے کہ آپ داعی کا مقام رکھتے ہیں آپ صرف خوش چیں نہیں ہیں کہ یہاں آکر ان کے باغ کی کھیاں توڑیں اور اپنا دامن چیریں بلکہ آپ اپنی کیوں ان کا دامن بھر سکتے ہیں یہ بات موجودہ حالات کے لحاظ سے قبل از وقت اور ناقابل تیسر ہے اور شاید ہمارے بہت سے بھائی سونچیں اور پوچھیں کہ میں کس دنیا میں رہتا ہوں۔

لیکن قرآن اور اسوہ نبوی ہمارے اندر اعتماد پیدا کرتا ہے جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے گھر میں کھانے کو نہیں تھا اور دین میں کوئی اسٹیٹ قائم نہیں ہوئی تھی اور جبکہ کوئی معاشی اسلامی عمل نہیں ہوا تھا اور مسلمان خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے تھے اس وقت خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کو جو اس وقت یمنوں تھا دنیا کی سب سے بڑی طاقت کا اور جو دنیا کے آدھے حصے پر حکومت کرتا تھا اپنے خط میں لکھا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — من محمد عبد اللہ  
 اور رسول ہے یہ خط ہر قول کے نام ہے جو ہم کا بڑا مظہر  
 ہے اس کو سلاحتہ ہو جو ہدایت کا پرچم ہے — میں تم کو  
 اسلام کی دعوت کی طرف بلاتا ہوں اسلام اللہ اور اس کی  
 لئے کا خدا تم کو گناہوں سے کا اور اگر تو نے نہ مانا تو اب تک  
 کا گناہ تیرے اوپر ہو گا لے الی کتاب الیک ایسی بات کی  
 طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے وہ یہ کہ خدا کے سوا  
 کسی کو نہ پوجیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو (خدا اور جوڑ کر)  
 خدا بنائے اور تم نہیں مانتے تو گواہ ہو کہ ہم ملتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — من محمد عبد اللہ  
 اور رسول ہے یہ خط ہر قول کے نام ہے جو ہم کا بڑا مظہر  
 ہے اس کو سلاحتہ ہو جو ہدایت کا پرچم ہے — میں تم کو  
 اسلام کی دعوت کی طرف بلاتا ہوں اسلام اللہ اور اس کی  
 لئے کا خدا تم کو گناہوں سے کا اور اگر تو نے نہ مانا تو اب تک  
 کا گناہ تیرے اوپر ہو گا لے الی کتاب الیک ایسی بات کی  
 طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے وہ یہ کہ خدا کے سوا  
 کسی کو نہ پوجیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو (خدا اور جوڑ کر)  
 خدا بنائے اور تم نہیں مانتے تو گواہ ہو کہ ہم ملتے ہیں۔

ہم اس پیغمبر کے امتی ہیں جس نے فقر و فاقہ کی حالت میں، گناہی کی حالت میں اس وقت جبکہ دنیا میں مسلمانوں کی سیاسی، اقتصادی کوئی پوزیشن نہیں تھی، اس حالت میں دنیا کے سب سے باجبروت انسان کو اس خود اعتمادی و خدا اعتمادی کے ساتھ اسلام کی دعوت دی یہ کیا ہمت تھی؟ یہ کیا مقام تھا، یہ کیا بندگی تھی، اس وقت جب کہ اس کے گھر میں کھانے کو نہیں، اس کے خزانے میں پیسے نہیں، چند لوگ اس کے مانتے والے ہیں، ایک شاہ وقت سے وہ اس طرح کہتا ہے کہ "اسلمہ تسلّمہ" اسلام قبول کرو، بچ جاؤ تمہاری حفاظت ہوگی، تمہاری جان بچ جائے گی، ہم اس پیغمبر کے امتی ہیں، آج ہمارا مقام یہ ہونا چاہئے کہ ہم آج اس قوم کو دینے کا حوصلہ رکھیں اور ان کو یہ احساس دلائیں کہ ہمارے پاس وہ دولت

ہے جس سے وہ محروم ہے اور بغیر اس دولت کے یہ تمدن بچنے والا نہیں اس وقت یہ تمدن پوری طرح خودکشی کرنے کے لئے تیار ہے اور اس گہری خندق میں پھلانگ لگانے کے لئے تیار ہے جس میں گرنے کے بعد کبھی ابھر نہیں سکے گا اسے اگر کوئی چیز بچا سکتی ہے تو یہی خدا کی بھیجی ہوئی تعلیمات و قرآن کی رہنمائی اور یہ کما دیت اور اخلاقیات اور مسائل و مقاصد کے درمیان رابطہ قائم کیا جائے اگر آیات ہیں اور اخلاقیات نہیں تو تباہی کے سوا کچھ نہیں یہ وہ پیغام ہے جو ہمارے اسلامی ملکوں کو دینا چاہئے تھا اور صاف کہنا چاہئے تھا کہ اے مغرب تو ڈوب رہا ہے، ہم تجھے بچا سکتے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے کوئی یہ پوزیشن نہیں رکھتا، انھوں نے اپنے کو اس قابل رکھا ہی نہیں ہے یہ مغرب کے درویش گریں، ان میں سے کسی میں ہمت نہیں کہ کچھ کر سکیں کہ اے مغرب تیرے تمدن میں یہ کمی ہے یہ مغربی تہذیب کو معراج سمجھتے ہیں کسی نے کہا ہے کہ ساری دنیا کا قتلہ حرم ہے اور حرم کا قتلہ امر کی بنا ہوا ہے میں کہہ رہا ہوں دین کا ادنیٰ طالب علم اور اس طبقہ سے تعلق رکھنے والا جس کو ہر حال میں فاع کرنا چاہئے تھا میں آپسے صاف کہتا ہوں کہ آج ہمارے اسلامی ملکوں، روسائے جمہوریات اس قابل نہیں ہیں کہ مغرب کو کچھ پیغام دے سکیں، مغرب کو کچھ مشورہ دے سکیں، لیکن آپ اگرچہ کسی ریاست کے مالک نہیں، اگرچہ آپ کسی خزانے کے مالک نہیں لیکن آپ یہ فرض انجام دے سکتے ہیں کہ اس طرح دے سکتے ہیں؟ اس طرح کہ آپ لیکنے ندگی کا مظاہرہ کریں، آپ خود اعتمادی کا مظاہرہ کریں، آپ اپنے دین پر اپنے مذہب پر فخر کرنا سیکھیں، آپ خدا کی اس نعمت پر فخر کراد کریں کہ قدرت نے آپ کو ان نعمتوں سے نوازا ہے، آپ نمازوں کے ذریعے، دعاؤں کے ذریعے اس مادیت کے جال سے آزاد ہونے کے ذریعے آپ ثبات کریں کما دیت آپ کو غلام نہیں بنا سکتی ہے ابھی آپ کی روح زندہ ہے، ابھی آپ کا قلب زندہ ہے، ان کی طرح مردہ نہیں ہوا، ابھی آپ کے اندر ضمیر و مشرکے فرق کا احساس زندہ ہے، آپ کے نزدیک دنیا کی دولت ہی سب کچھ نہیں ہے، بلکہ آپ کے نزدیک یہ دنیا بھی کچھ نہیں ہے، اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی آنے والی ہے اور آپ

خدا کو قادرِ مطلق سمجھتے ہیں اور اس کی رضا کو سب سے بڑی سعادت اور کمال سمجھتے ہیں، خدائے آپ کو یہ موقع دیا ہے خدائے آپ کو اسی لئے بھیجا ہے کہ آپ ان کے سامنے زندگی کا نیا تجربہ اور نئی حقیقتیں پیش کریں جو ان کی آنکھوں سے بالکل اوجھل ہو چکی ہیں اور مسیحیت اپنے ان تمام کلیساؤں کے باوجود ڈیوٹی۔ کابجوں کے باوجود اور اس کو جو اقتدار حاصل ہے اس کے باوجود مسیحیت اس حقیقت کو زندہ کرنے میں ناکام رہی ہے اور آئندہ بھی اس سے کوئی امید نہیں ہے، آپ اپنی ہر طرح کی کمزوریوں کے باوجود یہ فرض انجام دے سکتے ہیں۔

حضرات! میں نے آپ کا بڑا وقت لیا لیکن میرے جملے ہوئے دل، میرے زخمی دل کی آہوں کو راہ سمجھے جو میں نے آپ کے سامنے پیش کر دی، میں خدا کے سامنے یہ شہادت دے سکتا ہوں کہ میں نے سب سے بڑے صنم خانے میں اذان دی، میں نے تیرا نام لیا اور اس کے لئے موزوں سے موزوں ترجمہ مقام ہو سکتا تھا، وہاں میں نے یہ پیغام پہنچا دیا، میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ میں سے ایک شخص نے بھی اس سے اثر لیا تو میں کامیاب ہوں، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے کام سے زیادہ اپنے دین کا کام لے اور آپ کو اپنے اور اپنے خاندان، کنفیڈرہستی اور ذاتی ملک کے لئے مفید ہونے سے کہیں زیادہ دین اور اسلام کے لئے مفید اور خود اس ملک کے لئے مفید بنائے۔

والحمد لله رب العالمین۔



# امریکہ کی کوششیں اور فیاضیاں ضائع ہو رہی ہیں

اور وہ سخت خطروں سے دوچار ہے

اس کو آج نبوت کی دی ہوئی تعلیمات کی ضرورت ہے

[وہ تقریر جو ۲۵ جون ۱۹۷۷ء کو اسلامک سنٹر واشنگٹن میں کی گئی، واشنگٹن کا یہ سفر سید مظہر حسین صاحب کی دعوت و میعت میں ہوا تھا اور انہیں نے سامعین سے مقررہ کا تعارف کرایا تھا، جلسہ میں ہندوستانی، پاکستانی اور عرب طلباء، فضلا اور امریکہ کے دارالحکومت میں کام کرنے والے مسلمان اور خواتین موجود تھیں، جلسہ کا آغاز ایک مصری قاری نے سورہ کہف کے رکوع "وَاصْبِرْ لَهُمْ مَثَلًا إِنَّهُمْ يَحِلُّونَ لِيَتَّخِذُوا الْآخِذِينَ حَتَّىٰ يَبْرُتُوا" سے کیا، مقرر نے اسی کو اپنا موضوع بنایا۔]

میرے عزیزو، عزیز بھائیو اور بہنو!

مجھے بڑی خوشی ہے کہ میں آپ کے درمیان اس وقت واشنگٹن شہر میں ہوں جس کا اس وقت پوری دنیا کے تہذیب و تمدن، برعجانات، فیصلوں اور طریقہ کار پر اثر پڑ رہا ہے، ہم اس صورت حال کو پسند کریں یا ناپسند کریں یہ ایک واقعہ ہے۔

## یہاں کس چیز کی کمی ہے؟

یہ مقام اس نے کس طرح حاصل کیا، اور اس میں امر کی قوم کی قابلیت، جدوجہد ذہنی، صحت، تنظیم، اشتراک عمل، باہمی اتحاد اور اس کی سائنسی صنعتی اور تجرباتی ترقیات کا کتنا بڑا حصہ ہے، اور ہماری کوتاہیوں کو کتنا دخل ہے یہ ایک تاریخی بحث ہے، جس کا یہ موقع نہیں، مصنفوں، مورخوں اور موجودہ دنیا کا جائزہ لینے والوں نے اپنے اپنے نقطہ نظر کے مطابق اس پر بحث کی ہے اور اس کا تجزیہ کیا ہے۔

یہ ملک مادی حیثیت سے دنیا کی جنت بنا ہوا ہے، اور معان کیسے یہی کشش آپ کو اپنے محبوب وطنوں سے ہندوستان اور پاکستان، مصر و شام اور دنیا کے گوشے گوشے سے یہاں کھینچ کر لائی ہے، اور یہ کوئی بری بات نہیں ہے، جہاں مقناطیس ہوتا ہے وہاں لوہے کے ٹکڑے ذرے کھینچ کر پہنچتے ہیں، جہاں دریا ہوتا ہے وہاں پیاسے جمع ہوتے ہیں، جہاں باغ ہوتا ہے وہاں خوشہ چھینی کرنے والے پہنچ ہی جاتے ہیں، میں امریکہ کو دیکھتا رہا اور دیکھتا چلا گیا، ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک متوسط درجے کے انسان کی حیثیت سے بھی، اور قرآن اور تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے بھی، میں نے یہاں جو کمی پائی۔ وہ اس چیز کی ہے، جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے، جو ابھی پڑھی گئی ہیں۔

خدا ان قاری صاحب کو جنھوں نے سورہ کہف کی آیتیں پڑھی ہیں، جزا سے خیر دے اور ان کی عمر میں برکت دے، کہ انھوں نے حقانی کی ایک دنیا آنکھوں کے سامنے کر دی اور کم سے کم میری بہت مدد کی، میں سوچ رہا تھا کہ آپ سے کیا کہوں، کہنے کی باتیں تو بہت ہیں، آدمی کے لئے انتخاب مشکل ہوتا ہے، امریکہ میں آپ کو کیا پیغام دوں، آپ مجھ سے کیا چیز سننے کے شائق ہوں گے؟ کہ

اچانک قرآن نے دستگیری کی جو ہمیشہ کرتا رہا ہے اور کرتا ہے، اور مجھے ایسا معلوم ہوا گویا کہ میرے سامنے اس دور حاضر کی (جو اپنی مادی ترقی کے نقطہ بعروج تک پہنچ گیا ہے) تصویر ان آیتوں میں پیش کی گئی ہے۔

دو نوں باغ کثرت سے پھل لاتے اور اس کی	كَلْنَا الْجَنَّتَيْنِ اَتَتْهُمَا وَكَلَّمَا
پیداوار میں کسی طرح کی نہ ہوتی اور دونوں میں	تَطْلَمُ مِنْهُ شَيْئًا وَفَجَزَا نَخْلًا لَّهُمَا
ایک نہ بھی جاری کر رکھی تھی اور اس طرح اس	نَهْرًا لَّهُمَا كَانَ لَهُ ثَمْرٌ وَقَالَ لِمَلِيحٍ
شخص کو ان کی پیداوار تھی تھی تو ایک دن	وَهُوَ يَمْشِي وَرَبُّهُ اَنَا الْغَرْمُ مِنْكَ مَا لَاقَ
جبکہ وہ اپنے دوست سے باتیں کر رہا تھا،	اعْرَضَ نِفْرًا

کہنے لگا کہ میرے مال و دولت میں بھی زیادہ بڑا اور تجھے اور جماعت کے لحاظ سے بھی عزت ملے گی

امریکہ کی تصویر اس سے بہتر کیا کھینچی جاسکتی ہے؟ (جننتین) آپ شمالی و جنوبی امریکہ کو لے لیجئے یا مشرق و مغرب کو لے لیجئے، جننتین من اعناب، یہاں کس چیز کی کمی ہے، یہاں کون سا سیوہ نایاب ہے؟ یہاں کس چیز کا فقدان ہے؟ یہاں خدا کی دی ہوئی ساری نعمتیں موجود ہیں، کس چیز کی کمی ہے؟ اس چیز کی کمی جس کی طرف ایک صاحب ایمان، صاحب بصیرت دوست نے متوجہ کیا۔

اور بھلا جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو	وَوَلَّوْا اِذْ دَخَلْتُمْ جَنَّاتِكُمْ قُلْتُمْ
تم نے ماشاء اللہ لا قوت الا باللہ کیوں نہ کہا؟	مَاشَاءَ اللّٰهِ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

صرف ماشاء اللہ لا قوت الا باللہ کی یہاں کمی ہے، یہ ماشاء اللہ لا قوت الا باللہ وہ چیز ہے جو کسی کو سونا

بنادے، یہ اشارۃ لاقوۃ الالباشر وہ چیز ہے جو مادیت کو اعلیٰ درجہ کی عبادت بنا دے، یہ اشارۃ لاقوۃ الالباشر وہ چیز ہے، جو نفس انسانی کے سرکش گھوڑے کو اس طرح رام کرتا ہے کہ وہ مطیع و فرمانبردار مرکب اور منزل مقصود تک لے جانے والی ایک مبارک سواری ہوتی ہے، یہ اشارۃ لاقوۃ الالباشر شاہ کلید ہے، جس قفل پر آپ رکھیں یہ اس کو کھول دے گا، اس مغربی دنیا میں اس نادی دنیا میں جس چیز کی کمی ہے، وہ اشارۃ لاقوۃ الالباشر کی کمی ہے، سننے میں تو چند لفظ ہیں اور اپنی زندگی میں بار بار استعمال کرتے ہیں، اشارۃ لاقوۃ الالباشر آپ کب تشریف لائے، اشارۃ لاقوۃ الالباشر آپ نے یہ سوٹ کب بنوایا، اشارۃ لاقوۃ الالباشر آپ کے لڑکے نے کب گریجویشن کیا، اشارۃ لاقوۃ الالباشر آپ نے یہ موٹر کب خریدی، اشارۃ لاقوۃ الالباشر آپ نے یہ مکان کب بنوایا۔

”اشارۃ لاقوۃ الالباشر“ کے اندر بلاغت کے جو دریا بہ رہے ہیں اور جو ساری دنیا کو حلاوی ہے اور اس کے اندر مادیت کو غور و فکر کو، اور اپنی طرف نسبت کرنے والی طاقت کو یعنی انسان کو جو وجود حمو کا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ وہی کر رہا ہے، اس کو دبانے اور مغلوب کرنے کی جو عجیب و غریب طاقت ہے، اس کا ہم کو اور آپ کو احساس نہیں رہا، اس لئے ہم اس کو موقع بے موقع استعمال کرتے ہیں اور اتنے مواقع پر چڑھتے ہیں کہ اس کی عظمت اور اعجاز کا احساس نہیں رہا، اشارۃ لاقوۃ الالباشر کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ ہمارا ہے، خدا کے ارادہ اور قدرت سے ہو رہا ہے، اس میں انسان کا کوئی کمال نہیں ہے، اس میں انسان کی کوئی تعریف نہیں۔

سیدتیغی کو سزا دے، وہ تمام مخلوقات کا پیغمبر ہے

اِنَّكُمْ لَشَاوِعِدُكُمْ بِالنَّبِيِّينَ

میں جو تم سے ہیں، تمہارے پیغمبروں کی طرح ہیں اور

اس کی شان ہے کہ جب سے کہیں کلام آتا ہے تو

اِنَّكُمْ لَشَاوِعِدُكُمْ بِالنَّبِيِّينَ

يَقُولُ لَكَ كُنْ فَيَكُونُ لَهُ  
اس سے فرمادیتا ہے: ہو جا تو وہ ہوا جاتی ہے۔

میں جو بات کہی گئی ہے اور فرخ السموات آسمان میں جو فضیلت بیان کی گئی ہے وہ ماشاء اللہ لاقوة الا باللہ  
میں سمٹ کر آگئی ہے کہ اللہ جو چاہے گا وہی ہوگا اور لاقوة الا باللہ اللہ کے سوا کسی میں کچھ طاقت  
نہیں ہے۔

اگر آج مجھ سے کوئی پوچھے کہ امریکہ میں سب کچھ موجود ہے، خدا نے اپنے خزانوں سے اس کو اللہ  
کر دیا ہے؟ اسبغ علیکم نعمنا ظاهرة وباطنة کا مصداق بننا چاہو؟ یہاں تک کہ اس کی تصویر  
اس لہجہ کی مثال جس کا رزق ہر جگہ سے آتا تھا، ہر جگہ سے اس کا رزق ملتا تھا، ہر جگہ سے اس کا رزق  
موسلاہارا ایشیا کی طرف برستے تھے، آج امریکہ کا حال یہی ہے، لیکن اگر پوچھا جائے کہ امریکہ دنیا کو اس  
سکون کا پیغام کیوں نہیں دے رہا ہے، آج امریکہ دنیا کو ہدایت کا پیغام کیوں نہیں دے رہا ہے؟  
وہ مادی تعاون کرتا ہے، معاشی احسانات کرتا ہے، لیکن.....

### امریکہ کا کوئی مخلص دوست نہیں

آج امریکہ ساری دنیا کا عمن بنا ہوا ہے، بہت سے لوگوں کے لیے (مسلمہ اللہ) یہ رزاق کا  
درجہ رکھتا ہے، لیکن آج کتنے ملک ہیں، جو امریکہ کے روپے سے چلتے ہیں، جو اس کے روپے اور اس کی  
انداز کی بدولت پسندنگی سے اٹھ کر ترقی یافتہ کہلانے لگے ہیں، کتنے ترقی پزیر ملکوں کی امریکہ مدد کر رہا  
ہے، لیکن اس احسان کی یہ قویں اور ملک ممنون کیوں نہیں ہوتے، ہم دیکھتے ہیں امریکہ فوجی دیتا ہے،  
شیرازی بھی دیتا ہے، فوجی امداد بھی دیتا ہے۔

کتنے ملک ہیں جو امریکہ کی وجہ سے اپنے دشمن سے محفوظ ہیں، لیکن اس کے باوجود کوئی امریکہ

کے گیت نہیں گادہا ہے، جب موقع ملتا ہے امریکہ پر تنقید کرتے ہیں، امریکہ کے خلاف مضامین لکھتے ہیں، کتابیں لکھتے ہیں، امریکہ سے بیزا نہیں، کوئی امریکہ کا دلی دوست نہیں۔ میں واشنگٹن میں آج وہاٹ ہاؤس کی دیوار کے سائے میں بیٹھ کر یہ اعلان کرنے کی عزت حاصل کر رہا ہوں اور خدا کی بارگاہ میں اس پر شکر ادا کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے یہ تو فیق دی کہ میں یہ حقیقت وہاٹ ہاؤس کے پہلو میں بیٹھ کر بیان کروں کہ آج امریکہ کا کوئی دوست نہیں، کوئی مخلص نہیں۔“

کیا امریکہ کے عقلاء، فلسفی اور دانشوروں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی جو پانی کی طرح رو بہ بہا لہتے ہیں، جنھوں نے ملکوں کی بھولی بھردی اور سچی بات تو یہ ہے کہ بڑی فیاضی کے ساتھ بڑی فراخ دلی بلکہ دریا دلی کے ساتھ بھری لیکن کیا بات ہے کہ آج یہ ملک امریکہ کے ممنون نہیں، یہ امریکہ کے بچے دوست نہیں، جب ان کو موقع ملتا ہے کبھی یہ مشرقی بلاک کی طرف پھسل جاتے ہیں، کبھی امریکہ کی بالادستی اور خیالات سے بغاوت کرتے ہیں اور اگر ایسا نہیں کرتے تو وہ امریکہ سے زیادہ خوش نہیں، امریکہ کی محبت ان کے دل کے اندر پیوست نہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ اس پورے عمل میں خلوص نہیں، امریکہ سب کچھ دیتا ہے لیکن امریکہ کی داد و دہش میں خلوص نہیں، قوموں کی مکرو دلی سے فائدہ اٹھانے کا جذبہ اس کے اندر کار فرما ہے۔

مختلف یونیورسٹیوں کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے، تحقیق کا کام کرنے والے، علمی، ادبی، فکری صلاحیت کے لوگ ہیں، آپ امریکہ میں رہتے ہیں، آپ کی نظر وسیع ہے، آپ یہاں بیٹھ کر ساری دنیا کا مطالعہ کرتے ہیں، آپ غور کیجئے کیا بات ہے، امریکہ جن قوموں کو اپنے احسانات سے لالال کر رہا ہے اس کے جواب میں اس کو کیا ملتا ہے؟

اس کے جواب میں تصنع ملتا ہے، دنیا سازی، دھوکا بازی اور نفاق مل رہا ہے آج امریکہ پر کوئی برا وقت آئے تو کیا کوئی بہرہ بردی کرے گا؟ کوئی چار آنسو بہائے گا؟ میں سمجھتا ہوں کوئی نہیں

سب انتظار کر رہے ہیں اس کی تباہی کا اس کے زوال کا۔

پیغمبروں اور ان کے پیروں نے خلوص کے ساتھ  
انسانیت کی خدمت کی اور وہ محبوب بن گئے

خدا کے پیغمبروں نے محنت کی انسانیت پر انھوں نے ایمان کا تحفہ دیا، خلوص کا تحفہ دیا،  
صداقت کا تحفہ دیا، مساوات انسانی کا سبق پڑھایا، اخوتِ نبی آدم کا سبق دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ قومیں  
ان کی غلام بن گئیں، ان قوموں نے اپنی زبان، اپنا کلمہ، اپنا دو دو چار چار ہزار سال کی تہذیبوں کو  
خیر باد کہا، مصریوں، شامیوں، عراقیوں نے عربوں کی بلکہ عرب مسلمانوں کی حکومت قبول کی ان کی  
زبان بھی قبول کی، آج انگریزی کے خلاف ہمارے مشرقی ملکوں میں ایک تحریک جاری ہے، سائنس بورڈ  
سے انگریزی کھرچی جا رہی ہے، لیکن آج تک عربی زبان ختم کرنے کی کوئی تحریک عالم عربی میں نہیں  
اٹھی، حقیقت یہ ہے کہ عربی بولنے والے ممالک میں اسلامی تہذیب اور عربی اسلامی ثقافت کے  
خلاف کوئی بناوٹ کوئی رد عمل نہیں لیکن شاید دنیا کے کونے کونے میں مغربی تہذیب کے خلاف  
رد عمل پایا جاتا ہے، وہ دن دور نہیں جب سب اس کا جو اتار کر پھینک دیں گے اور مشرقی تہذیب  
یا اپنی ملکی تہذیب کو زندہ کریں گے۔

امرِ مکہ صحیح آسمانی مذہب کا محروم ہے

امرِ مکہ میں سب کچھ ہے لیکن وہ کتاب الہی اور آسمانی تعلیمات کی نعمت سے محروم ہے،  
یہ سمجھنا کہ یہ کارخانہ خدا چلا رہا ہے، اور ہم نے یہ جو کچھ کیا ہے، خدا نے کیا ہے، اور ہم کو یہ سب کچھ  
اس کی مرضی کے مطابق صرف کرنا چاہئے اور ہم کو یہ سب کچھ اس کی بندگی میں صرف کرنا چاہئے

اور ہم خدا کے غلام ہیں، اسی سے وہ کیسرا آشنا ہے، ملک میں اگر کسی چیز کی کمی ہے تو اسی چیز کی کمی ہے۔

جَنَّتَيْنِ مِنْ آعْنَابٍ "توہیں، لیکن ما شاء الله لا قوة الا باللہ نہیں لیکن جنت ارضی کا مالک وہی ہو سکتا ہے جس کی نشاندہی قرآن نے کی مَثَلُ الرَّحْمٰنِ لِيَوْمِئِذٍ مِثْلُ نَارٍ كَالسُّجْفَاءِ جو ہے وہ خالص مادہ پرست ہے، باغی ہے، خدا کا ناشکر ہے، مادہ پرست اور خود پرست ہے اور دوسرا انسان مومن ہے، وہ مکرور ہے اس کے پاس جَنَّتَيْنِ مِنْ آعْنَابٍ "نہیں ہے وہ باغات سے محروم ہے، لیکن وہ مومن ہے خدا نے اس کو ایمان کی دولت دی ہے۔

كُلْنَا الْجَنَّتَيْنِ اِنَّتَا اَكْلَاهَا "دونوں باغوں نے کوئی کمی نہیں کی، جیسے کوئی چیز اہل پڑی ہے، دونوں باغ اس طرح اہل پڑے جیسے چٹے جلتے ہیں، ان کے اندر کی طاقتیں اور شادابی اہل پڑی انھوں نے کوئی کمی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

اب دوسرے بھائی کی باری آتی ہے، وہ کہتا ہے کہ یہ سب کچھ صحیح ہے لیکن اس میں صرف اس کی ضرورت ہے کہ ما شاء الله لا قوة الا باللہ کا اضافہ کر لیا جائے "كَوْلَا اِذْ خَلَقْتَ جَنَّاتٍ خَلَّتْ مَاءً مَّائِثَةً اِنَّ جِبْتَمِ نَ اِنِّ بِنَ باغ میں قدم رکھا تھا تو کہتے ما شاء الله لا قوة الا باللہ یہ سب خدا کا فضل، اس کی دین اس کی رحمت و قدرت کا کرشمہ ہے۔

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقان  
مصلحت را تہمتہ بر آہوئے چہیں بستہ اند

اگر امریکہ ایسانی ذہن رکھتا؟

امر کی یہ نہیں کہہ رہا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، کیوں نہیں کہہ رہا ہے اس کی

تفصیل طویل بھی ہے، دل خراش بھی، اور ہمارے اور آپ کے لئے شرمناک بھی، طویل اس لئے ہے کہ یہ صدیوں پر مبنی ہے، دل خراش اس لئے ہے کہ آج یہاں اس کی کمی نہ ہوتی اگر امریکہ کے دامن میں ایمان ہوتا اگر آج امریکہ ایٹمی ذہن رکھتا ہوتا تو آج دنیا کا نقشہ کچھ اور ہوتا، دنیا کی تاریخ کچھ اور ہوتی، آج جنگ کے بادل ہمارے سر پر نہ منڈلاتے، ایٹمی توانائی سے اندیشہ نہ ہوتا، شرمناک اس لئے کہ مسلمانوں نے اس ملک کو اسلام کا پیغام دینے میں کوتاہی کی، خدا نے بہت موقع دیا تھا، مسلمان تو میں یہاں آئیں جب اس ملک نے ایک نوخیز بچہ کی طرح سر اٹھایا تھا اس وقت نظر آ رہا تھا کہ یہ بچہ کتنا ہونہار ہے، اس وقت ہمارے مسلم ممالک سو رہے تھے، خواب خرگوش میں مبتلا تھے، اس سے پہلے بھی اصل موقع کھو دیا گیا جب اسپین موجود تھا، اسپین یورپ میں تھا، اس وقت بجائے امر اور قصر الزہرا بنانے کے اور بجائے بڑی بڑی عمارتیں اور شاندار مسجدیں بنانے کے اسلام کا پیغام یورپ کے دل و جگر میں داخل کرنے کی کوشش کی ہوتی، اسلام کے مبلغ اور داعی سارے یورپ کا چکر لگاتے اور جائزہ لیتے لیکن ایسا نہیں ہوا، اس لئے میں کہتا ہوں کہ یہ داستان شرمناک بھی ہے، بہر حال جو کچھ ہونا تھا ہوا، اب اس ملک میں اگر کسی چیز کی ضرورت ہے تو یہ کہ اس کا رشتہ نبوت سے قائم کیا جائے، افسوس کہ مسیحیت اس فرض کی تکمیل سے قاصر ہے۔

## مسیحیت کی ناکامی

مسیحیت صدیوں پہلے اس فرض کے انجام دینے سے قاصر ہو چکی تھی، اگر آپ مسیحیت کا تاریخ پر مہین گئے تو آپ دیکھیں گے کہ مسیحیت یا تو انتہا پسند رہبانیت سے کم کسی چیز پر راضی نہیں تھی، یا اس کے اندر بجا محمود و عصبیت کا ایسا مادہ تھا کہ وہ علم و تحقیق کے رواں دواں قافلے کا راستہ روک کر کھڑا ہونا، اس کی منزل کھوئی کرنا، اس کے درپے آزاد ہو جانا ضروری سمجھتی تھی، مسیحیت

اس ملک کو راہ پر لگانے کے لئے کسی طرح موزوں نہیں تھی، مسیحیت میں وہ طاقت نہیں کہ امریکہ اور یورپ کے نئے عزم و حوصلے سے پھر پورا پورا پرورش سرگرم انسان کو اعتدال کی راہ دکھائے اس کو مسیحیت کی راہ دکھائے وہ کہے: "إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" پھر وہ کہے: "رَبَّنَا إِنِّي أُلِّمْتُكَ الْعِلْمَ دِينًا" مسیحیت کا کام نہیں، مسیحیت "رَبَّنَا إِنِّي أُلِّمْتُكَ الْعِلْمَ دِينًا" کہنے کے لئے تیار نہیں اس لئے کہ وہ ترک دنیا کی قائل ہے۔

## اسلام ہی متوازن و جامع تعلیمات کا حامل ہے

رَبَّنَا إِنِّي أُلِّمْتُكَ الْعِلْمَ دِينًا وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ" کی تعلیم دینا آپ کے اسلاف کا کام تھا یہ آج ہمارا کام ہے کہ اسلام کا ایسا متوازن ایسا جامع تخیل ان کے سامنے پیش کریں کہ یہ بھیں کہ اسلام ہی ان کی صحیح رہنمائی کر سکتا ہے، اگر امریکہ کا اسلام سے، نبوت محمدی سے، آسمانی تعلیمات سے، اسلامی اقدار سے رشتہ قائم ہو جائے تو آج ساری دنیا پر رحمتوں کے دروازے کھل جائیں، آج دنیا کی قسمت بدل جائے تقدیر بدل جائے، جنگوں کے بادل چھٹ جائیں، دلوں سے نفرت دور ہو جائے، انسان، انسان کا شکاری نہ رہے، انسان، انسان بن جائے، انسان صرف شیطان کا دشمن اور انسان کا دوست بن جائے، یہ اسلام ہی کر سکتا ہے، اور جب کبھی بھی اس ملک میں یہ بات ہوگی اسلام ہی کے ذریعہ ہوگی۔

## محرّف عیسائیت

عیسائیت صدیوں پہلے جب وہ فلسطین کی سرزمین سے نکلی تھی اور اس نے رومن امپائر میں قدم رکھا تھا، اسی وقت سے اس نے اپنی شخصیت کھودی، مجھے بڑی خوش ہے کہ عیسائیت کے سب سے بڑے مرکز میں مجھے یہ کہنے کی جرأت ہو رہی ہے کہ موجودہ عیسائیت اس نبی مبعوث کا مذہب نہیں

جو ایشیا کا پیغام لے کر آیا تھا اور اس وحدت کا پیغام دیتا تھا بلکہ موجودہ عیسائیت سینٹ پال کا پیغام کی ہوئی ہے، یہ اس کی ذہانت کا نتیجہ ہے، یہ سینٹ پال اور قرون وسطیٰ کی مسیحیت ہے، مسیحیت ایسے الجبتے ہوئے دور تھے جو ٹھنکے ٹھنکے اور بے چین و بے تاب تہذیب اور نسل کی رہنمائی کرنے سے قاصر ہے، نہ اس میں مسیحیت کا پیغام ہے اور نہ اس میں وہ اخلاق کی طاقت ہے، جو اس کو روک سکے۔

## اہل امریکہ کے نام پیغام

اے امریکہ کے رہنے والو! اے وہائٹ ہاؤس کے ذریعہ ماری دنیا پر حکومت کرنے والو! ایسب تم کو مبارک ہو، ہم اس کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے، ہم صرف اتنا کہتے ہیں کہ اس میں مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کا اضافہ کرو، اس سب کو خدا کی مرضی کے تابع بنا دو، اس سب کو خدا کے احکام کے تابع کرو، اس سب کو انسانی تعمیر، اخوت انسانی اور انسانی فرض اور انسانی مساوات کے جاری ہونے کے لئے استعمال کرو، دنیا میں امیر و غریب کا تفاوت نہ ہو، حاکم و محکوم کا امتیاز نہ ہو، یہاں مشرقی مغربی کا فرق نہ ہو، اپنی دولت نئی دنیا کی تعمیر میں صرف کرو، اگر ایسا کرو گے تو اپنے حق میں بھی اچھا کرو گے، کیونکہ اس کے بغیر یہ تہذیب زندہ نہیں رہ سکتی، سن لیجئے! آج میں دانشگاہوں میں بیٹھ کر اور اس وہائٹ ہاؤس سے چند گز کے فاصلے پر یہ کہہ رہا ہوں کہ اس تہذیب کی زندگی عارضی ہے، یہ تہذیب ہمیشہ باقی رہنے کی صلاحیت نہیں رکھتی، بقول اقبال ہے

وہ فکر گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو

اُسی کی بیتاب بھلیوں سے خطر میں ہے اس کا آشیانہ

آج اس سائنس کی بیابان کو بند رہی ہیں اور کچھ خبر نہیں کس وقت وہ اسی آشیانہ پر گر جائیں۔

## اسلام کا پیغام پہنچائیے

میں ان الفاظ کے ساتھ اپنی تقریر ختم کرتا ہوں کہ آپ خوش قسمت ہیں کہ اللہ نے آپ کو دنیا میں

وہ جامعیت عطا فرمائی ہے کہ آپ دنیا کی قدر و قیمت سمجھتے ہیں لیکن ان کو ایک جمودی منزل اور آخرت کو اپنی اصل اور آخری منزل سمجھتے ہیں آپ کا کل اس آیت پر ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ  
وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝

وہ (جو) آخرت کا گھر ہے ہم نے اسے ان لوگوں کے لئے (بتا دیا)  
کر رکھا ہے جو کلمہ نیک اور خدا کا ارادہ نہیں کرتے اور  
انجام (نیک) تو پر ہر گاروں ہی کا ہے۔

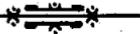
میں آپ کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ آپ اپنے ایک مسلمان بھائی کی محبت میں تشریف لائے اور بڑے اطمینان و سکون کے ساتھ آپ نے بات نبی اللہ آپ کی اور آپ کے ایمان کی حفاظت فرمائے اور آپ کی آئندہ نسل بھی مسلمان رہے۔

فَلَا تَحْزَنْ ۗ إِنَّ الْأَعْيُنَ تُنْقِطُ ۗ

مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔

پر عمل رہے آپ جب تک اس دنیا میں ہیں خدا کے سامنے سر جھکاتے رہیں نمازوں کے پابند رہیں، کلمہ کے آپ حلقہ بگوش ہوں، جب آپ اس دنیا سے جائیں تو اس حالت میں کہ آپ کے دل کے اندر نور ایمان ہو اور آپ کی زبان پر کلمہ شہادت۔

فَالْحُسْرَىٰ ۗ وَرَأَىٰ لِلْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝



امریکہ کے مقیم مسلمان  
اندیشے۔ امیدیں۔ مشورے



# مسلمان کا مقام اور پیغام

## توہما کا بے شکاری ابھی ابتدا ہے تیری

[ذیل میں جمعہ کے اس خطبہ کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے جو ۲۳ جون ۱۹۵۵ء کو اقوام متحدہ (UNITED-NATIONS)

(نیویارک) کی عظیم عمارت کے ایک ہال میں دیا گیا جہاں مسلم و عرب ممالک کے دفاتر میں کام کرنے والے

ناز جمعہ ادا کرتے ہیں، نماز میں شریک ہونے والوں میں عربوں کی تعداد غالب تھی جن میں رابطہ عالم اسلامی

کے دفتر کے اور اقوام متحدہ کے ذمہ دار کارکن نمایاں نظر آتے تھے، نماز کے بعد خطبہ کا ترجمہ انگریزی میں

مولوی مزل حسین صدیقی ندوی نے سنایا، یہاں اردو ترجمہ جو پیش کیا جا رہا ہے وہ مولوی شمس الحق

ندوی کا کیا ہوا ہے۔]

خطبہ مسنونہ کے بعد۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

اور تم بہت مت ہارو اور رنج منت کرو،

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا إِنْ كُنْتُمْ

غالب نہیں رہو گے اگر تم پورے یمن رہے۔

الْأَعْلُونَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

لہ یہ اقبال کا مصرع ہے پورا شعر اس طرح ہے۔

توہما کا بے شکاری ابھی ابتدا ہے تیری

نہیں نصرت سے خالی یہ جہاں مرض و مایہی

۱۳۹ آل عمران

اقبال کا مخاطب وہ مسلمان ہے جو خودی کے وصف سے آراستہ ہو۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب اسلام در طفولیت میں تھا، اس وقت تک کوئی اسلامی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی، اسلام جزیرۃ العرب اور عربوں ہی میں محدود و محدود تھا عرب نہایت عسرت و تنگی اور فقر و فاقہ کی زندگی گزار رہے تھے، ان کا کھانا عام طور پر کھجور اور اونٹ کا گوشت اور جو کی روٹی تھا، لباس موٹا جھوٹا اور کھردرا، مکانات خام اور مٹی کے تھے، یا ادنیٰ خیمہ کی شکل میں، ان کا حال زار روم سرا کی شبِ باراں میں بھگی اور ٹھنڈک سے ٹھٹھی اور سستی ہوئی بکریوں کے گلہ کا سا تھا، جس کو جان کے لالے پڑے ہوتے ہیں، عربوں کی اس زبوں حالی کی صحیح اور سچی تصویر کشی قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی اور نہیں کر سکتا، آپ قرآن کے یہ الفاظ پڑھئے اور عربوں کی بیچارگی و بے بسی کا عالم دیکھئے، قرآن کے الفاظ ہیں۔

وَإِذْ كُنْتُمْ فِي الْأَرْضِ مِسْكِينَ  
فِي الْأَرْضِ مِسْكِينَ تَخَافُونَ أَنْ يَخْتَفِكُمْ  
الْآسِفُونَ

اور تم اس حالت کو یاد کرو جب تم بے  
تھے، زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے اور  
میں رہتے تھے کہ تم کو لوگ نوچ کھسوت لیں۔

عربوں کا تو یہ حال تھا، اور ان کے برعکس روم و فارس دنیا کے حاکم و فرمانروا تھے، وہ تہذیب و تمدن کے بام عروج پر تھے، پوری دنیا لے انسانیت ان کے زیر اثر و تاج فرمان تھی، ان دو بڑی طاقتوں نے مشرق و مغرب کو باہم بانٹ رکھا تھا، مشرق اہل ایران کے زیر فرمان تھا، اور مغرب رومیوں کے، یہ زندگی کے مزے اڑا رہے تھے، دنیا کا دامن ان کے لئے وسیع و کشادہ تھا، جزو ریات زندگی کی فراوانی تھی، رزق کے وہاں کھلے ہوئے تھے، کائنات ان کے لئے وجود و سخا کا سینہ برسا رہی تھی، مالک و اقوام ان کے زیر فرمان تھے اور انھیں کے چشم و ابرو کے اشارے سے پرچل رہے تھے، ان کا ہاتھ مٹی کو لگ جاتا تھا تو سونا بن جاتی تھی، مشرق و مغرب پر انھیں کا پرچم لہرا رہا تھا۔

اس تیرہ و تاریک فضا میں، یاس و ناامیدی کے اس گھنٹا ٹوپ اندھیرے میں جہاں ہاتھ کو

ہاتھ زبھائی دیتا تھا، اس اور امید کی کوئی ہلکی سی کرن بھی نظر نہیں آرہی تھی، قرآن مجید طاقت کی متوالی ان دونوں حکومتوں کو چیلنج کرتا ہے اور لڑے پڑے عرب مسلمانوں میں اعتماد و افتخار کی روح پھونکتا ہے اور کہتا ہے۔

وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ دَعْوًا وَلَا تُخَافُوا دَعْوَتَهُمْ  
الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَلَعْنَةُ  
الْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

قرآن نے قریش مکہ کو چیلنج کیا، روم و فارس کے امپائر کو چیلنج کیا، پھر اس مٹھی بھر جماعت سلمہ کے قائد و رہبر نبی مرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین و تسلی کے لئے سورہ یوسف نازل ہوئی قرآن مجید نے اعلان کیا۔

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ إِخْوَتِهِ  
آيَاتٍ لِلنَّاسِ لَئِيْلًا

وہ جو پوچھتے ہیں ان کے لئے نشانیاں ہیں،  
یوسف اور ان کے بھائیوں کے (قصے) میں۔

اس سورہ کو ان الفاظ پر ختم فرمایا۔

حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا  
أَنَّهُمْ قَدْ كُنُوْا مُجْتَمِعِينَ ۚ فَجَاءَهُمْ  
بَصُرَاتٌ مِّنْ سَمَاءٍ وَلَا يُمَرُّوْنَ بِهَا  
عُتُورًا ۚ لَقَدْ كَانَ فِي  
قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ  
مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن  
تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ

بیاں تک کہ پیغمبر ناپید ہو گئے اور ان کو  
گمان غالب ہو گیا کہ ہماری فہم نے غلطی  
کی، ان کو ہماری مدد پر پونجی پھر ہم نے  
جس کو چاہا بچایا گیا اور ہمارا عذاب  
بجرم لوگوں سے نہیں ملتا ان کے قصوں  
میں مجدد لوگوں کے لئے عبرت ہے یہ  
قرآن کوئی تراشی ہوئی بات تو ہے نہیں

وَتَفْصِيلٍ لِّمَنْ شَاءَ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ  
 بلکہ اس سے پہلے جو آسانی کتاب میں ہو چکی  
 ہیں یہ ان کی تصدیق کرنے والا ہے اور  
 ہر ضروری بات کی تفصیل کرنے والا ہے  
 اور ایمان والوں کے لئے ذریعہ ہدایت و رحمت ہے

اسی طرح سورہ قصص کی یہ آواز دنیا کی فضاؤں میں گونجی، اللہ تعالیٰ نے اس سورہ کو ظلم و  
 جور اور خوف و ہراس کی تاریک فضا میں نازل فرمایا۔

طَسَمَ - تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ  
 الْمُبِينِ تَلَوْنَاهُ عَلَيْكَ مِنْ نَحْنُ مُوسَى  
 وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ  
 إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ  
 أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضَعُّ طَائِفَةٌ  
 مِنْهُمْ يَذَّخَّرُونَ لَهُمْ وَلِيَّةٍ رَحِيمَةٍ  
 نِسَاءَهُمْ مِمَّنْ كَانُوا مِنَ الْمُنْفِقِينَ  
 وَتَرَىٰ أَن مِّنْ عَلَىٰ الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا  
 فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَهُمْ أَيْمَةً لِلْغُلَامِ  
 الْمُؤْمِنِينَ وَكُنتَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ  
 وَتَرَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَ  
 جُنُودَهُمَا يَهْتَمُّ بِمَا كَانُوا يَمْنُونَ

طسم۔ یہ کتاب واضح کی آیتیں ہیں ہم آپ  
 کو موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون کا کچھ قصہ  
 ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں ان لوگوں کے لئے  
 جو ایمان رکھتے ہیں، فرعون سرزمین (مصر)  
 میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا اور اس نے  
 وہاں کے باشندوں کو مختلف قوموں میں  
 بانٹ رکھا تھا، ان میں سے ایک جماعت  
 کا زور گھٹا رکھا تھا، اس طرح سے کہ ان کے  
 بیٹوں کو ذبح کرانا تھا اور ان کی عورتوں  
 زندہ رہنے دیتا تھا، واقعی وہ بڑا عسکر تھا  
 اور ہر کو یہ منظور تھا کہ جن لوگوں کا زور گھٹایا  
 جا رہا تھا ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا

بنائیں اور ان کو مالک بنائیں اور ان کو زمین

میں حکومت دیں اور فرعون اور ہامان اور

ان کے تابعین کو ان کی جانچوہ واقعات

دکھلائیں جس سے وہ بچاؤ کر رہے تھے۔

ایسے پخطر و نازک حالات میں کسے خیر کی امید ہو سکتی تھی، کس کا دل و جگر تھا، جو بیشین گونی کرتا کہ  
مسلمانوں کی یہ کمزوری و بے حقیقت جماعت، ظلم و جور کی ماری ہوئی ہر قسم کے وسائل سے خالی اور  
تہی دست جماعت، افسانہ تاریخ پر ابھرے گی، کیا دنیا کا بڑے سے بڑا شخص خواہ کتنی ہی دہریں  
منگاہ اور فراموش رکھتا ہو، اور کتنا ہی جری اور عقابانی صلاحیتوں سے مالا مال ہو، مسلمانوں کی اس  
مٹھی بھر کمزور و بے حیثیت جماعت کے بارے میں بیشین گونی کر سکتا تھا اور کہہ سکتا تھا کہ  
”وَلَا تَهْتُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَإِنَّمَا تَأْتِيكُمْ السَّاعَةُ غَابِرَةً وَإِنَّ كُنْتُمْ مَوْمِنِينَ“

لیکن اس اعتماد و یقین نے عربوں کے سینے کو جرات و جوش اور جوش و ولولہ سے بھر دیا  
تھا، اور انھیں ایسی عقابانی روح عطا کی تھی کہ وہ ان بڑی بڑی طاقتوں کو سبھی سبھی بے جان گزلیوں  
کی طرح دیکھ رہے تھے، یہ طاقتیں ان کی کم خوردہ ستون اور بے جان ڈھانچے معلوم ہو رہی تھیں، قرآن کریم  
ان بے روح حکومتوں کی بالکل سبھی تصویر کشی کرتا ہے، اور قرآن سے بڑھ کر صحیح تصویر کشی کون کر سکتا ہے؟  
ذرا قرآن مجید کے یہ الفاظ پڑھئے۔

اور جب آپ انھیں دیکھیں تو ان کے

وَإِذَا آتَيْنَهُم مِّنْ عِندِ

قد وقامت آپ کو خوشحاصل معلوم ہوں اور

أَجْسَامُهُمْ وَإِن يَقُولُوا

اگر یہ باتیں کریں تو آپ ان کی باتیں غور سے

سَمِعْ يَكُولِهِمْ

سننے لگیں (لیکن حقیقت یہ ہے کہ گویا یہ

كَأَنَّهُمْ حُشْبٌ

لکڑیاں ہیں جو دیوار کے مہاے کھڑی ہیں۔

یہی مکرور ہے مایہ عرب جب دولت ایمان و یقین کو سینے سے لگا کر اس پر فخر و ناز کرتے ہوئے  
جزیرۃ العرب سے باہر نکلے تو یہ بڑی بڑی طاقتیں ان کو ایسے نظر آئیں اور انھیں تہہ وبالا کر کے  
رکھ دیا اقبال کے الفاظ میں۔

دو نیم ان کی ٹھوک سے صحرا و دریا سمٹ کر پہاڑان کی ہیبت سے رائی

دو عالم سے بیگانہ کرتی ہے دل کو عجب چیز ہے لذت آشنائی

اسباب و علل کے پیمانے سے ناپا جائے تو عرب اور پوری انسانی برادری شکر کے سنہیں تھی  
بلکہ شکر کے دو جبروں کے درمیان تھی، یہ عرب نکلے تو ایک دوسری طاقت نے کر نکلے، غارتگری  
طاقت، آسمانی اور خدائی طاقت، وہ اب تمام قوموں سے نزلے اور عام آدمی اور انسانوں سے  
جداگانہ جذبہ و حوصلہ کے مالک تھے، وہ مکرور وہی دست ضرورت تھے، کسی خطہ زمین پر ان کی حکومت  
تھی، اقتدار، لیکن جب وہ نئے وعدت سے مست و سرشار ہو کر نکلے اور ان پر کبھی نہ ٹٹنے والی  
آسمانی حقیقتیں منکشف ہوئیں، اور انسان انسان کا فرق واضح ہوا، کفر و ایمان کی حقیقت کھلی صورت  
و حقیقت کا بعد المشرقین فرق معلوم ہوا، جب ان کو آب حیات اور سراب صحرا کی حقیقت کا علم ہوا  
جب ان کی آنکھوں کے سامنے سے ظاہر و باطن کے فرق کا پردہ ہٹا، اور پری پالش و رنگ آمیزی اود  
اندرونی حقیقت کا فرق معلوم ہوا، جب اللہ تعالیٰ نے انھیں ایمان کا نور اور بصیرت عطا کی تو وہ کائنات  
کی اشیاء کو ان کی حقیقت کے جام میں دیکھنے لگے، وہ انسانی حقیقت کو پا گئے، انسان کی حقیقت  
کیلئے ہے انسان کی حقیقت یہ نہیں کہ وہ کھائے پئے اور دوا و عیش دے، انسان کی حقیقت لَقَدْ  
خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ہے جب انھوں نے اس انسانی حقیقت کو پایا، اور ان پر

دنیا و ماوراء دنیا کی حقیقت آشکار ہوئی تو دنیا کے جھوٹے مظاہر انھیں حقیر و لاشیٰ معلوم ہونے لگے، اور شیر کی کھال پہننے والا گدھا اپنے اصلی روپ میں نظر آنے لگا، قیصر و کسریٰ پنجرے کے اندر چھپنے اور گانے والے پرند کی طرح دکھائی دینے لگے، پنجرہ بہت خوب اس کی تیلیاں سونے کی اس کا بالائی وزیریں حصی ہوئے گا، کھانے پینے کے ترن بھی سونے کے، مگر پنجرہ آویز بہ حال پنجرہ ہے سونے ہی کا سہی، وسیع و فراخ ہی ہی، چاہے اس میں گھنے گھنے باغات اور جھیل و تالاب ہی کیوں نہ ہوں، اس میں اونچی اونچی فلک بس عمارتیں ہی کیوں نہ ہوں، مگر بے تو وہ قید خانہ ہی، یہ عرب ابلان لوگوں کو جن کے سروں پر تلج زریں تھا، ان لوگوں کو جو وزیر و گورنر کہلاتے تھے، جنرل اور سپہ سالار کہلاتے تھے، فلسفی و ماہر معقولات کہلاتے تھے، شہزادے و ولی عہد کہلاتے تھے، اس نظر سے دیکھا جس نظر سے ڈراموں کے جوکر دیکھے جاتے ہیں وہ انھیں بالکل بلبوں کی طرح نظر آ رہے تھے۔

انھوں نے محسوس کیا کہ ان کے دل بچھے ہوئے ارواحیں پر مردہ اور عقل و خرد از کار رفتہ ہیں وہ اپنی اس کمزوری کو جاہ و ثروت سے چھپاتے ہیں، لوگوں کی جی حضورِی اور مصنوعی استقبال سے چھپاتے ہیں، انھوں نے محسوس کیا کہ یہ قوت و ارادہ سے محروم خالی انسانی صورتیں ہیں، جو نہ خود سے چلتی ہیں، نہ خود سے کھاتی ہیں، اور نہ ان کے سامنے کوئی اونچا مقصد ہے، ان کا چلنا پھرنا صرف کھانے پینے، عیش و تنعم اور لذت و سرور کے لئے ہے، انسانیت پر رحم و شفقت اور محبت کے جذبے سے نہیں، انسانوں سے ان کا تعلق محض اپنی خواہشات کی تکمیل اور ہوا ہوس کی پیاس بجھانے کے لئے ہے، سروں پر تاج مزور ہیں مگر ذہن رسا نہیں، جموں پر بہترین لباس مزور ہیں مگر جسم لاعز و نڈھال ہیں، پائش کئے ہوئے ترن ہیں مگر اندر سے خالی ہیں۔

یہ عرب جب دنیا کو فتح کرنے کے لئے نکلے ہیں، بلکہ انسانیت کا نجات دہندہ بن کر نکلے، اس مقصد سے نکلے کہ انسانیت کو وحشت و بربریت کے چنگل سے چھڑائیں اور انسانیت کو اس

ظلم و جور سے نجات دلائیں جو صدیوں سے جاری تھا، تب ان پر وہ حقیقت کھلی جو ادھر پر بیان ہوئی، وہ جب لوگوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر خدائے واحد کی عبادت و اطاعت کی طرف بلانے کے لئے نکلے، دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی وسعت کی طرف لانے کی غرض سے نکلے، ادیان و مذاہب کے ظلم و جور سے نکال کر اسلامی عدل و انصاف کی طرف بلانے کے مقصد سے نکلے، تو یہ بے روح جاہ و جلال ان کو ہیچ نظر آئے، بڑی بڑی حکومتیں ان کو کٹھ پتلی کا کھیل معلوم ہوئیں، ان کے جھنڈوں کو سرنگوں کرنا بچوں کا کھیل معلوم ہوا، آسمان سے باتیں کرنے والی فلک بوس عمارتیں ان کو خس و خاشاک کا ایک تودہ معلوم ہوئیں، بڑے بڑے لشکر ان کو بھیر بکری کا گلہ معلوم ہوتے، انھوں نے ان کو غیر عاقل اور بے شعور جانور سمجھا جس میں نہ رحم و کرم کا مادہ ہے، نہ لطف و مہربانی کا جذبہ، وہ انھیں انسانوں کی شکل میں بھیر بیٹے اور درندے نظر آئے۔

قرآن پاک نے ان ان پڑھ عربوں کو قافلہٴ حیات سے بچھڑے ہوئے عربوں کو تہذیب و تمدن سے نا آشنا عربوں کو قوت و طاقت اور جوصلہ سے بھر دیا، انھوں نے ان کے سرد اور خالی دلوں کو اس نعمتِ عظمیٰ پر فخر و ناز، خود اعتمادی و خود شناسی اور رفعت و بلند پروازی کے نئے ٹریل اور نئے سارے بھر دیا، اس نے ان کو ایشیا کے خواص و اثرات کو جاننے کا ملکہ عطا کیا، وہ ان ساری توانائیوں سے الامال ہو کر نکلے اور سارے عالم کو زیر کر لیا، اس لئے نہیں کہ وہ اس کے مالک بن جائیں، نہ اس لئے کہ اس پر حکومت و فرمانروائی کریں، جیسا کہ ان قوموں نے کیا تھا، بلکہ وہ اس لئے نکلے تھے کہ گم کردہ راہ اور درددل کی ٹھوک رکھاتی ہوئی انسانیت کو خدائے واحد کے سامنے جھکائیں اور اسے اسلامی عدل و انصاف کے سامنے میں لائیں۔

حضرات! اس وقت ہم اقوام متحدہ کے مرکز میں ہیں، آج جب کہ ہم متعدد حکومتوں کی نمائندگی کر رہے ہیں، اس فخر و اعتماد کے زیادہ مستحق ہیں، جو ان عربوں کو حاصل تھا، ہم اس کے زیادہ

خدا دہی کہ ہم کو اس آسانی تو از میں مخاطب کیا جائے جس سے وہ مخاطب کئے گئے تھے؟ ولا  
 تهنوا ولا تحزنوا لئن كنتم مؤمنين جس وقت یہ آیت کریمہ نازل  
 ہوئی، اس وقت عربوں کی کوئی حکومت نہیں تھی، خود جزیرۃ العرب میں ان کی کوئی حکومت نہیں تھی،  
 اسلام کو وجود میں آئے ہوئے دس سال سے زائد ہو چکے تھے، اور وہ ابھی طفل شیرخوار کی طرح دھیرے  
 دھیرے چل رہا تھا، اور ہاتھ پاؤں مار رہا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے عربوں کو اس کا اہل دکھا کہ وہ  
 ان الفاظ سے مخاطب کئے جائیں، تو کیا ہم اس خدائی فرمان کے مخاطب بننے کے اہل نہیں جب کہ ہم  
 چالیس ملکوں کی نمائندگی کر رہے ہیں اور اس وقت ہمارے کثیر التعداد جھنڈے اقوام متحدہ کی  
 مہارت پر بیاں لہرا رہے ہیں، اگرچہ ہم موجودہ عہد کی ایسی قوت و شوکت کے مالک نہیں، ہم جدید  
 ترقیات اور علم و تمدن کے میدان میں کوتاہی کا شکار ہیں، اپنی سستی و کاہلی اور باہمی نا اتفاقی  
 و انتشار اور اسلامی تعلیمات کو حقیر سمجھنے اور نعمت اسلام کی ناقدری کے سبب ان ملکوں  
 کے معیار پر نہیں ہیں، تاہم دور اول کے عربوں سے زیادہ اچھی حالت میں ہیں جن کی ایک حکومت  
 بھی نہ تھی، تو کیا ہم اس آیت کا مخاطب بننے کے لائق نہیں کہ **لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا إِنَّا نَكْفِيكُمْ**  
**الْعَاقِبَاتِ** **إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ** یہ ایمان ہی مومن کی قیمت ہے، ایمان ہی تارچہ کی اصل قیمت ہے  
 اگر سبز نہ ہوں تو تارچہ کس کوئی قیمت نہیں یہ ایمان ہی وہ پانسنگ ہے کہ اس کو ترازو کے جس پلے  
 میں رکھ دیا جائے وہ جھک جاتا ہے، یہ وہی پانسنگ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 غزوہ بدر کے موقع پر ان مبارک الفاظ میں رکھا تھا۔

اللهم ان تهللك هذه العصاة      لے اللہ! اگر تو اس ٹھنی بھرجامت کو مٹا دے گا  
 من اهل الاسلام لا تعبدنہ      تو قیامت تک روئے زمین پر تیری عبادت نہ ہوگی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ گئے کہ اس وقت رجوع و انابت کی ضرورت ہے، آپ کی ذات گرامی وہ ذات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم عطا فرمائی تھی، حقیقت حال کو ٹھیک ٹھیک پیش کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی تھی، اگر فیصلہ قوت و طاقت یا کثرت تعداد پر ہوتا تو اسلام مسلمانوں کا کوئی مستقبل نہ ہوتا، اور روسے زمین پر اس کا وجود بھی نہ ہوتا، اہل بدر مکمل تین سو تیرہ تھے، ان کے تہ مقابل ہتھیار سے لیس ایک ہزار کا جم غفیر تھا، مسلمانوں کی یہ ٹٹھی بھر جماعت کفار کے اس لشکر جوار پر کیسے فتحیاب ہو سکتی تھی، اس نازک گھڑی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا و تضرع کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کیا، اور بارگاہ ایزدی میں ان الفاظ کے ساتھ دعا و التجائی "اللهم ان تہلك هذه العصابة لى تعبد"

مسلمانو! ہمارا منصب اور ہماری قیمت یہ ہے، ان اسلامی ملکوں اور حکومتوں کی اہمیت و قیمت یہ ہے، یہ اسلامی ممالک اور مسلمان قومیں جو اس وقت دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہیں اور اپنا ایک وزن رکھتی ہیں، اقوام متحدہ تک میں وزن و قیمت رکھتی ہیں، آج اگر یہ قومیں جن کی نمائندگی کا ہمیں اس وقت شرف حاصل ہے، اس عین تائبانہ اور طاقت و ایمان کی حالت ہوتیں جو انسانی احساسات پر چھا جاتا، اور اس کے رگ و ریشہ میں سما جاتا ہے، تو آج بھی مسلمان معزز ہوتا، اس کا ایک مقام اپوزیشن ہوتی۔

اگر ہم ایمان سے اس طرح خالی ہو گئے جس طرح وہ قومیں اور حکومتیں ایمان سے خالی ہو گئیں جو کبھی کسی زمانہ میں ان حقائق پر ایمان لائی تھیں، لیکن پھر روزانہ سے اس سے اس طرح کھوکھلی ہو گئیں جیسے مڑھی گلی ہڈیاں اور ٹیک گائی ہوئی لکڑیاں ہوتی ہیں۔

دوستو اور بھائیو! ہمیں اس سے ہوشیار و محتاط رہنا چاہئے کہ ہم دوسروں کا سہارا لیں، مانگنے کی قوت سے اپنے وجود کو باقی رکھیں، یا ہمارا نام تو خوب روشن ہو، مردم شماری میں

ہماری تعداد بہت ہو مگر خدا کی میزان میں ہمارا کوئی وزن نہ ہو جو دنیا و آخرت دونوں جہان کی حقیقی ترازو ہے، بارگاہِ خداوندی میں اور خدائی میزان میں ہمارا وزن اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہم صحیح معنی میں صاحبِ ایمان ہوں جب ہمارے سینوں میں ایمان و یقین کی چنگاری ہو، ہم اسلامی پیغام کے نہ صرف حامل ہوں بلکہ ہمیں اس پر فخر و ناز ہو، ہمیں یہاں امریکہ میں بھی اس زبردست سلطنت میں بھی مغرب کے اس قلب میں بھی اپنے ایمان و اسلام پر فخر و ناز ہو، ہم ڈنکے کی چوٹ پر کہیں کہ ہم مسلمان ہیں، ہمیں اپنے اسلام پر فخر ہے، ہم مستقل بالذات اور صاحبِ پیغام قوم ہیں، طفیلی نہیں ہیں، ہماری مستقل تہذیب ہے، ہماری مستقل ثقافت ہے اس میں ہم پیوند نہیں لگاتے ہمیں اللہ نے سب سے بڑی نعمت عطا فرمائی ہے، وہ ہے اسلام کی نعمت خود شناسی و خدا شناسی کی نعمت۔

بجائے واجب ہیں — اسلام پر فخر و ناز ہو گا، اسلام ہمارا اور ہم اسلام کے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارا حسین و مددگار ہو گا، اور ہمارا محافظ و نگہبان ہو گا، اللہ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

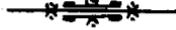
إِن تَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ نُتُوبْكُمْ  
وَرَبَّيْتُمْ أَقْدَامَكُمْ  
اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا  
اور تمہارے قدم جمادے گا۔

لیکن اگر ہم صرف نام کے مسلمان رہے اور حقیقت اسلام ہم میں نہ پائی گئی تو پھر ہم اسی طرح اسلام کے اس جملہ کا مصداق بنیں گے، جو انہوں نے پرانی ریگلاؤٹ نیشنز پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے کسی مضمون میں لکھا تھا کہ "جمیۃ اقوام (LEAGUE OF NATIONS) فوجِ عروص کی بحر کی طرح محض نام کی بحر ہے جس میں پانی کا نام و نشان نہیں، اگر ہم بے پانی کا سمندر بنے تو ہم پر

لے عمر

ہزار حیف! اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں کسی مدد کی امید نہیں رکھنی چاہیے، بارگاہِ خداوندی میں تو ایمان ہی کا وزن ہوتا ہے، ایمان ہی کی قدر اور ایمان ہی کا اعتبار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ پھر سے اسلامی قدروں کو سینے سے لگانے کی توفیق عطا فرمائے، ہم اس کی طرہ جھکیں اور اس کے ماسوا سے نہ ڈریں، ہم اس کے دین کے وفادار بنیں اس کے پیغام پر فخر و ناز کریں، ہم اپنی زندگی کو اسلام سے جوڑ دیں، پیغامِ اسلام سے جوڑ دیں، ایمان سے جوڑ دیں، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس دولت سے سرفراز فرمائے اور وہ ہر بات پر قادر ہے۔



# اس سے خبردار رہئے کہ کوئی امریکی یا یورپی ایسلا

## پیدا ہو جائے

[یہ تقریر شمالی امریکہ کے شہر نیو جرسی (NEW JERSEY) کے اسلاک سینٹر میں ہوئی  
۱۹۷۷ء کو کی گئی، تقریر سے پہلے فاضل مصری عالم ڈاکٹر سلیمان دینیلے مقرر کا تعارف کرایا اور  
حرابی زبان و اسلامی علوم میں ہندوستانی علماء کی خدمات اور کارناموں کو سراہا اور کہا کہ اسلام  
جزا فیائی و کلمی حدود سے آزاد ہے اور اس میں محمدی مسلمانوں نے عرب علماء کے برابر بیان سے ڈھچکا  
صر لیا ہے، سامعین میں تعلیم یافتہ عربوں، ہندوستانیوں اور پاکستانیوں کی ایک بڑی تعداد شریک  
تھی جو امریکہ میں مقیم ہیں، عربی تقریر ٹیپ سے نقل کی گئی، مقرر نے اس پر نظر ثانی اور قدرے ترمیم و  
اضافہ کیا، مولوی شمس تبریز خاں (رفیق مجلس تحقیقات و نشریات اسلام) نے اردو ترجمہ کی خدمت

[انجام دی۔]

اَمَّا بَعْدُ !

دوستو اور بھائیو! میری فوش قسمتی ہے کہ اس بڑے اسلامی مرکز میں اس مبارک موقع پر  
آپ سے ملاقات ہو رہی ہے، شمالی امریکہ اور کناڈا کا یہ میرا پہلا دورہ ہے، اس سے پہلے میں اس  
ملک اور اس میں اسلام کی اشاعت اور یہاں بس جانے والے مسلمان بھائیوں کے دینی شخصت اور  
دین سے محبت اور دلچسپی کے بارے میں سنا کرتا تھا، لیکن آپ سے اپنا یہ احساس چھپانا نہیں چاہتا کہ

مجھے اندازہ نہ تھا کہ میں اللہ کے کرم سے اس دور افتادہ ملک میں اپنے دینی بھائیوں کی اتنی بڑی تعداد سے ملوں گا اور دین کے لئے اتنا جوش و خروش اور ایسا مبارک اسلامی جذبہ دیکھنے میں آئے گا۔  
 مجھے یہاں اگر معلوم ہو کہ اسلام اس ملک میں قدم چلنے کی کوشش کر رہا ہے جو ماضی دنیا پر حکومت کر رہا ہے اور اپنی ٹیکنالوجی جدید تجرباتی علوم اور ایجادات کی بدولت دنیا کی سیاسیات پر بھی چھایا ہوا ہے، خدا کا شکر ہے کہ اسلام اس منطقہ میں داخل ہو چکا ہے اور برابر اپنا راستہ صاف کرتا جا رہا ہے اور اتنا اندازہ دن قریب ہے جب اس دور دراز ملک میں اسلامی معاشرہ قائم ہو جائے گا۔

میں اسے اسلام کے لئے ایک فال نیک اور مسلمانوں کے لئے سعادت و مسرت کی بات سمجھتا ہوں، لیکن اسی کے ساتھ میرا جو تھوڑا بہت تجربہ اور تاریخ کا مطالعہ ہے، اس کے پیش نظر مجھے ایک اندیشہ بھی لاحق ہو رہا ہے، وہ یہ ہے کہ اسلام اسلامی ثقافت اور اسلامی زندگی کے مرکز سے ہزاروں میل دور ملک میں اسلامی معاشرہ کا وجود بڑے خطرات اور نزاکتیں رکھتا ہے، ناقص محترم ڈاکٹر سلیمان دنیا (جن کی علمی کاوشوں سے میں نے بھی استفادہ کیا ہے) نے صحیح فرمایا کہ اسلام کسی ملک کے ساتھ مخصوص نہیں، میں بھی ان سے اس بات میں سو فیصد اتفاق کرتا ہوں کہ اسلام کوئی مخصوص ملکی اور علاقائی مذہب نہیں لیکن اس سب کے باوجود اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اسلام کو ایک مخصوص ماحول اور مناسب فضا کی بھی ضرورت ہے، وہ اس ذوق کا بھی طالب ہے جو فکر و شعور اور قلب و فکر کے میاروں پر حاوی ہو اور دور سے اس سے اسلام کی خوشبو آتی ہو، اسے ایک اسلامی وطن کی بھی ضرورت ہے اور اگر میں مزید صراحت و وضاحت کے کاموں تو یوں کہوں گا کہ اسے ایک خاص موسم آب و ہوا اور متعین درجہ حرارت و برودت (TEMPERATURE) کی بھی ضرورت ہے، کیوں کہ وہ ایک زندہ انسانی دین ہے، وہ کوئی ذہنی و فکری فلسفہ نہیں، بلکہ انہوں

اور فلسفیانہ دکتوں میں محدود رہتا یا لائبریریوں کی زینت ہوتا ہے، اسلام صرف عقیدہ نہیں اور نہ وہ محض انسان کے مذہبی عقائد و اعمال کی (کوئی چھوٹی بڑی) خشک فہرست ہے۔

اسلام بیک وقت عقیدہ و عمل، معاملات و اخلاق، جذبہ و شعور کا حامل ہے، اسی طرح وہ ایک خاص طرح کا ذوق بھی ہے، ایسا ذوق جو انسان کا اعصاب کر لیتا ہے، اور اسے ایک نئے طرز میں ڈھال دیتا ہے، اگر کسی کو اللہ تعالیٰ اسلام کے لئے شرح صدر نصیب کرے اور وہ اس پر خدا کے پسندیدہ دین اور آخری رسالت سمجھ کر ایمان لائے تو وہ اسلام کے سانچے میں ڈھل جائے گا اس پر ایک نیا رنگ چڑھ جائے گا، اور اس طرح اس کی کاپیا پلٹ ہو جائے گی، گویا وہ از سر نو پیدا ہوا ہے، کیوں کہ وہ ایک مستقل زندگی اور کامل و جامع زندگی ہے، اس میں انقلاب تیز اور کمالیہ جمال کا ہر پہلو موجود ہے، اسلام کوئی خشک و بے روح عقیدہ اور لفظی و کتابی مذہب نہیں، بلکہ وہ ایسا دین ہے، جو انسان کے باطن و اندرون میں جذب و پیوست ہو کر رنگ و پے میں کجلی کی لہریں کر دوڑنے لگتا ہے، جیسے کرنٹ ایک تار سے دوسرے تار میں جاری اور منتقل ہو جاتا ہے۔

اگر اسلام کی یہ صحیح تصویر سامنے ہو تو وہ لفظ و حروف کے ذریعہ محض نقل و روایت ہونے والی چیز یا محض کتاب میں دیکھ لینے والی چیز نہیں، وہ سوچنے کا ایک خاص ڈھنگ اور مخصوص ذوق ہے، اس لئے اشیاء کے بارے میں وہ پسندیدہ و ناپسندیدہ اور خوب و ناخوب کا فیصلہ اور حکم کرتا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بہت سی چیزوں کو پسند اور بہتوں کو ناپسند فرماتے تھے، مثلاً آپ ہر اچھے کام کو دائیں سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے، اگر پاپوش پہننے اور کنگھی کرنے میں دائیں جانب سے آغاز فرماتے تھے، اسی طرح بہت سی چیزوں سے آپ کو نشاط و انشراح اور بہت سی چیزوں سے تنگس اور انقباض ہوتا تھا، تو دراصل اسلام ایک نبوی و آسمانی ذوق سلیم ہے، جو سات آسمانوں کی بلندیوں سے اترے، اور انبیاء علیہم السلام اس کے حامل و وارث بنے ہیں،

اور اس کی وراثت چھوڑی ہے۔

اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو صیغۃ اللہ (خدائی رنگ) فرمایا ہے اگر اسلام صرف عقیدہ یا صرف عمل ہوتا تو اسے رنگ اور طرز نہ کہا جاتا، کیونکہ "صیغۃ" چھاپ اور ٹپے ممتاز علامت اور فیصلہ کن شعار کے معنی میں ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جب اسلام ایک انسان اور دوسرے انسان میں، ایک زندگی اور دوسری زندگی، ایک کردار اور دوسرے کردار، ایک ذوق اور دوسرے ذوق میں کھلا فرق و امتیاز پیدا کرے، اور ایشیا اور اقدار حیات کے معیاروں کا اختلاف نمایاں کرے کیونکہ اسلام کی میزان و معیار کفر و جاہلیت کی میزان و معیار سے بالکل الگ ہیں، اسی لئے آپ حدیث نبوی اور سنت کے ذخیرہ میں جاہلیت اور اس کے شعاروں کے بارے میں تنبیہ دیکھیں گے، شلا کبھی فرمایا جاتا ہے کہ یہ چیز جاہلی عادات میں سے ہے، یہ چیز حمیت جاہلی جیسی ہے، قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

وَلَا تَبْرَحْنَ تَبْرِجِ الْجَاهِلِيَّةِ  
الْأَعْمَىٰ لِي  
تم عورتیں اگلی جاہلیت جیسی آرائش و  
نمائش نہ کرو۔

ایسا کیوں کہا گیا؟ جاہلیت کا دور تو کب کا ختم ہو چکا تھا، پھر قرآن جاہلیت سے کیوں عاود لاتا ہے؟ ایسا اس لئے ہے کہ جاہلیت ایک مستقل زندگی تھی جس میں حسن و قبح، حلال و حرام، فرض و واجب، مباح و ممنوع کی تقسیم اور ایشیا کو تولد کے پیمانے مقرر تھے، اور ایسی زندگی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا اور کروہ و ملعون قرار دیا اس لئے حدیث شریف میں آتا ہے کہ۔

ان الله نظر الى اهل الارض  
فمقتهم عن جهم وعجمهم  
اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کی طرف دیکھا  
اور اس کے رہنے والے عرب و عجم سے ناخوش

الإبتیاء من أهل الكتاب۔ ہوا سوا تھوڑے اہل کتاب کے۔

چنانچہ اس جاہلیت سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوا، اسے لعنت زدہ قرار دیا، اور اسے بے وقعت بنا کر اپنے بندوں کے لئے ناپسندیدہ ٹھہرایا، اس لئے فرمایا کہ ”اگلی جاہلیت جیسی نمائش و آرائش نہ کرو نیز فرمایا

إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمْ

الْعَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ۔

خیرت کا جذبہ بیدار کیا یعنی جاہلی حمت کا۔  
نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی مسلمان میں جاہلیت کی کوئی بات دیکھتے تو فرماتے۔

إنه امرؤ فیه جاهلیۃ۔  
تم میں ابھی جاہلیت کا اثر باقی ہے۔

جیسا کہ آپ نے حضرت ابوذر جلیل القدر صحابی سے جب آپ نے ان کے اور ان کے غلام کے درمیان اوپنچ نیچ دیکھی اور انھیں اپنے غلام کو مارتے اور اس کے ساتھ توہین آمیز سلوک کرتے دیکھا تو فرمایا کہ ”تم سے ابھی جاہلیت کی بو نہیں گئی“ چنانچہ اس تنبیہ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنے اور اپنے غلام کے درمیان تفریق کرنا چھوڑ دی، اپنے غلام کو وہی کپڑے پہناتے جو خود پہنتے اور جو خود کھاتے وہی اس کو بھی کھلاتے تھے۔

اللہ سبحانہ نے اسلام کو ”صبغة اللہ“ فرمایا ہے اگر اسلام زندگی کا ایک خاص رنگ و آہنگ اور طرز و اسلوب نہ ہوتا تو اسے ”رنگ“ سے تعبیر نہ کرتا چنانچہ فرمایا۔

صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ

صِبْغَةً۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو انبیاء علیہم السلام کی اتباع پر آمادہ کرتے ہوئے انبیاء کی ایک طویل اور زریں فہرست کی رونمائی کرتے ہوئے فرمایا۔

ہم نے اسے اسحق و یعقوب عطا کئے اور سب کو  
 ہدایت دی اور اس سے قبل نوح کو ہدایت  
 دی اور اس کی اولاد میں داؤد و سلیمان ایوب  
 و یوسف موسیٰ و ہارون کو اور ہم اسی طرح  
 نیکو کاروں کو بدل دیتے ہیں اور زکریا و یحییٰ  
 عیسیٰ اور ایساہ، سب نیکوں میں سے تھے  
 اور اسماعیل، الیسع، یونس، اور لوہاب کو  
 ہم نے دنیا جہان پر فضیلت دی اور ان کے  
 آباء و اولاد اور بھائیوں میں سے بھی بعض کو  
 اور ہم نے انھیں چنا اور انھیں سیدھے راستے  
 پر چلا یا یہ شرکی رہنمائی ہے جس کے ذریعہ وہ  
 اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت  
 دیتا ہے اور اگر وہ شرک کریں تو ان کا سارا  
 کیا دھرا کھارت جائے گا۔

وَدَهَبْنَا لَكَ إِسْمَاعِيلَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا  
 هَدَيْنَاكُمْ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ  
 ذُرِّيَّتِهِمُ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ  
 وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَانُوا  
 كَذَّابِينَ كَذَّابًا يُجْرِي الْمُعَصِّينِينَ وَكَانُوا يَتَّبِعُونَ  
 وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلًّا مِمَّنْ  
 الصَّالِحِينَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَ  
 يُونسَ وَقُلُوبًا وَكَانُوا قَصَبًا عَلَى  
 الْعَالَمِينَ وَمِنْ آيَاتِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ  
 وَإِخْلَافُهُمْ وَإِلْمَاتِنَا لَهُمْ وَهَدَيْنَا  
 إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ذَٰلِكَ هُدَىٰ  
 اللَّهِ يَهْدِي مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ  
 وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا  
 يَعْمَلُونَ

پھر فرمایا۔

یہ وہ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے تو  
 ان کے طرز کو اپنائیے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ اللَّهُ فَبُورَنَا  
 أَقْتَدِلَا

پھر اللہ تعالیٰ نے اقتدار کا یہ حکم اپنے نبی کے لئے خاص کر دیا، جن کی سیرت اسوہ حسنہ اور کامل

نمونہ ہے، چنانچہ مومنین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مخاطب کیا گیا کہ۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي  
يُحِبِّبْكُمْ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ  
آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری  
اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور

تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔

اسلام دوسرے مذاہب کے مقابل زیادہ ذکی احس (SENSITIVE) واقع ہوا ہے اگر کوئی سچی اپنے کو نصرانی کہتا ہے تو اس کا کہنا ہی کافی ہے اس کے بعد وہ تمدن و تہذیب، فلسفہ و طرز حیات اور فکر و نظر کے جو پیمانے بھی چاہے اپنا سکتا ہے، میرے ایک ہندوستانی دوست نے ایک بڑے پڑھے لکھے ہندو دوست سے پوچھا کہ "میرے بھائی! کسی مسلمان سے پوچھا جاتا ہے کہ مسلمان کسے کہتے ہیں تو وہ بے تکلف جواب دیتا ہے کہ جو کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھے اور اس پر عقیدہ رکھے، اس کلمہ میں اسلام کا خلاصہ آگیا ہے، اسی طرح اگر آپ سے ایک ہندو ہونے کے ناطے سوال کیا جائے تو آپ کا کیا جواب ہوگا؟ میں کوئی تفصیلی جواب نہیں چاہتا کیونکہ تفصیل کے لئے اور برہمن فلاسفی یا ویدانت کے سمجھنے کے لئے میری لائبریری میں بہت سی کتابیں ہیں، لیکن میں کہتا ہوں کہ میرے پاس صرف ایک یاد دہنٹ ہیں جس میں آپ مجھے ایک جملہ ہیں ہندو ازم سمجھا دیں جس میں اس کی روح اور جوہر آگیا ہو، میرے دوست کا کہنا ہے کہ وہ ہندو دوست کچھ دیر درک کر بولے "دیکھے جناب! ہندو ذہن بات پر عقیدہ رکھ سکتا ہے، اور ہر بات کو رد کر سکتا ہے، اس لئے اگر کوئی آدمی اپنے کو ہندو کہتا ہے تو پھر اس کے بعد کسی اور بات کی ضرورت نہیں رہتی، پھر وہ جو کچھ مانے اور جو کچھ کرے ہندو ہی رہتا ہے"

مگر میرا کہنا یہ ہے کہ اسلام کا معاملہ ایسا نہیں، اسلام صحیبا کہ میں نے ابھی کہا کہ بہت ہی ذکی کہا

واقع ہوا ہے اور کسی اور دین کے مقابلہ میں اپنے سے منافی باتوں سے جلد متاثر ہوتا ہے اس کے حدود متعین و معروف ہیں کہ یہ اسلام ہے اور یہ کفر ہے یہ اسلام ہے اور یہ جاہلیت ہے یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے یہ پاک ہے اور یہ ناپاک اور یہاں تک اسلام کی سرحد ہے اور اس کے بعد ارتداد و کفر کا علاقہ ہے ارتد کا یہ واضح مفہوم جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں غالباً کسی اور دین میں موجود نہیں جب کہ ہمارے یہاں مرتد ہونا سب سے بڑا جرم اور گناہ ہے جس کے تصور ہی سے روئیں کھڑے ہو جاتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ (کمال ایمان کی علامت یہ ہے کہ) مسلمان کو اس تصور سے کہ وہ کفر کی طرف واپس جاسکتا ہے ایسی وحشت ہو کہ جیسے وہ آگ میں ڈالا جا رہا ہے، ویکرہ ان یعود الی اللفرکما یکرہ ان یقذت فی النار

تو جب اسلام کا یہ مزاج اور یہ صورت حال ہے تو ان مسلمانوں کی ذمہ داری (جو امر بیکار و یورپ میں تقیم ہیں) بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے اگر اسلام اور دین کی طرح صرف عقیدہ یا صرف اعمال و عبادات کا نام ہوتا تو معاملہ بہت آسان تھا، لیکن اگر وہ ایک رنگ ہے، اگر وہ ایک طرز زندگی، جذبہ و شعور، ذوق و وجدان اور احساس بھی ہے اور دوسرے مذاہب کی بہ نسبت زیادہ نازک اور لطیف طبع بھی ہے اور اشیاء کے معیار و اقدار اور چیزوں کے حسن و قبح کے تصور میں بنیادی تبدیلی کا داعی بھی تو اس کا معاملہ بہت نازک اور مشکل بن جاتا، اور اس کی ذمہ داری بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے ہم صرف کتابوں کے مطالعہ اور مقالات کے سننے سنانے پر ہی اکتفا نہیں کر سکتے خواہ وہ کیسے ہی بلند پایہ اور علمی کیوں نہ ہوں ہم اسلام کا ذوق و احساس صرف ان کتابوں اور مقالوں سے حاصل نہیں کر سکتے، اگرچہ یہ کتابیں اور مقالات بھی ضروری اور مفید ہیں، لیکن ان پر اکتفا و انحصار صحیح نہیں بلکہ ہماری اصل ضرورت ایک اسلامی خطہ، اسلامی فضا، اسلامی رنگ کا وجود ہے، جہاں ہم اپنی آنکھوں سے اسلام کو دیکھ سکیں، اپنے کانوں سے اس کی آواز سن سکیں، اسے اپنے ہاتھوں سے

چھو سکیں اور اپنے حواس سے اسے محسوس کر سکیں اس کے لئے ملاقاتوں اور ملنے جلنے کی ضرورت ہے اس کے لئے ہمیں اسلامی زندگی گزارنے کی حاجت ہے کہ ہم ان ملاقاتوں میں جائیں جہاں اسلامی زندگی اور کئی بھی درجہ کا مثالی مسلم معاشرہ پایا جاتا ہے، جہاں ہم اسلام کو ایک زندہ و توانا انسان کی طرح چلتے پھرتے اور متحرک و متنفس دیکھ سکیں۔

اسی لئے مسلمانوں اور سچے ایمان والوں کی صحبت و محبت ضروری ہے، ہم اللہ تعالیٰ کو اپنے نبی سے فرماتے ہوئے دیکھتے ہیں (حالانکہ وہ معصوم و محبوب اور تمام نسل انسانی کے لئے اسوہ حسنہ ہیں) کردہ صالحین ہی کی صحبت میں رہیں۔

اور آپ خود کو ان لوگوں کے ساتھ رکھئے جو صحیح	وَاصْبِرْ لِنَفْسِكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ
و شام اپنے رب کو پکالتے اور اس کی رضا کے	دَعْوَاهُمْ بِالْعَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ
طالب رہتے ہیں اور آپ کی صرف نظر کر کے دنیا	وَجِبَاهُهُمْ، وَلَا تَمُدُّ مَعِنَا كَفَهُمْ شَرِيدًا
زندگی کی زینت کو نہ دیکھیں اور نہ اس کی	زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تَطْعَمَن
اطاعت کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد	أَخْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ
سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش نفسانی	وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ۗ

کا پیرو ہے اور اس کا طرز عمل ہمیشہ افراط و غلو کا حامل ہوتا ہے۔

جب نبی معصوم کو یہ تاکید ہے تو پھر عام مسلمانوں کا حال اسی سے قیاس کیا جاسکتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض مطالعہ و کتب بینی سے یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔

یہاں اسلامی معاشرہ ابھی اپنے دور طفولیت اور نشوونما کے ابتدائی مراحل میں ہے اس لئے ہمیں اس نوعی معاشرہ کے سلسلے میں باشعور اور اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہئے، ہمیں یقین ہے کہ اللہ کے فضل سے قائم ہونے والا یہ معاشرہ نہ صرف قائم رہے گا بلکہ اپنی پختگی اور سن شعور کو پہنچے گا اور اس کے پاس تربیت کے اسباب و وسائل ہوں گے، وہ اسباب تربیت کیا ہیں؟ وہ عقیدہ و ایمان، تحقیق و مطالعہ، علم و ثقافت، صحبت صالح اور مجاہدہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فَاٰنَا لَنَمُنِّيْهُمْ

مٰلِنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْحَسِيْبِيْنَ

اور جو لوگ ہمارے لئے کوشش کریں گے تو ہم انہیں اپنے راستوں کی رہنمائی ضرور کریں گے اور اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

جو لوگ اللہ کے دین کی سر بلندی کے لئے کوشاں رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر حکمت و ایمان اور فہم و بصیرت کے ایسے دروازے کھولتا ہے جس کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔

یہ اس معاشرہ کی ذمہ داریاں ہیں، جس کے آپ مجدد الشریانی و ارکان ہیں اور اس کو وجود میں لانے میں آپ کا بڑا حصہ ہے، اگر آپ وطن عزیز کو چھوڑ کر یہاں نہ آتے اور اسے دوسرے ملکوں پر ترجیح نہ دیتے تو یہ معاشرہ رہ پاتا نہ ہوتا، لیکن اس کے ساتھ یہ کوشش بھی کیجئے کہ یہ معاشرہ مثالی اسلامی معاشرہ بنے اور صرف فلسفہ و علمی نظریات تک محدود رہنے والا اسلامی معاشرہ نہ ثابت ہو، کیونکہ اسلام محض کوئی سیاسی فلسفہ، صرف اقتصادی معاشرتی تنظیم، اور خالی نظام حکومت نہیں، بلکہ ان سب چیزوں سے پہلے وہ انسان کے اندروں اور احساسات میں اتر جانے والا اور

طبیعت انسانی کی گہرائیوں میں جگہ بنانے والا عقیدہ و ایمان ہے، وہ ایک عملی زندگی اور مخصوص مذاق طبیعت ہے، صحابہ کرامؓ کا اسلام ان تمام پہلوؤں پر جاوی و مشتمل تھا، وہ عقیدہ و اخلاق اور ذوق و وجدان اور ہر لحاظ سے مسلمان اور اقدار و اشیاء کے لئے معیار و میزان تھے، اسی لئے حضرت عبداللہؓ نے مسعودؓ نے فرمایا کہ "مآراء المسلمون مستأفہ عند اللہ حسن" (مسلمان جو اچھا سمجھیں وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا ہے) محققین کے نزدیک ان مسلمانوں سے مراد صحابہؓ ہیں، یعنی صحابہ کرامؓ جسے اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جسے وہ اجتماعی یا اکثری طور پر برا سمجھیں وہ برا ہے۔

اسی طرح اسلام اور قرآن، مسلمان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ معیار حق اور میزان عدل بنے اور اس کا اسلام ان تمام پہلوؤں کو شامل ہو وہ اسلام کا حقیقی ذوق رکھتا ہو یہاں کے امر کی اپنے معاشرے کے درمیان (جس کو بادیت اس بے رحمی اور وحشیانہ انداز سے تککار ہی ہے جس میں کوئی نرمی اور رحم و کرم نہیں) اور اس اسلامی معاشرہ کے درمیان واضح طور پر فرق محسوس کریں جو ظلم، پُرکھون، مودب و باوقار پاک و صالح معاشرہ ہے، جس کی راتیں عبادت و انابت میں گزرتی ہیں اور جس کے دن دینی محنت، رزق حلال کی تلاش اور انسانیت کی خدمت میں بسر ہوتے ہیں۔

اور صرف ایسے اسلامی معاشرے کا وجود ہی بجائے خود اسلام کی فتح و کامرانی کا سبب ہوگا، جسے ایک امر کی دیکھ کر بول اٹھے گا کہ زندگی کا اصل لطف تو اس اسلامی معاشرے میں ہے نہ کہ ہمارے معاشرے میں اور امر کہیں اس معاشرے کی طرف پلکیں گے، جس میں اطمینان و سکینت اور نورانیت ہوگی اور اپنے متعفن و فاسد ماحول پر (جس میں وہ پلے بڑھے ہیں) لعنت بھیجنے لگیں گے۔

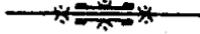
اخیر میں مجھے یہاں امر بکا اور ہر جگہ اس وقت کا خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ جب ہم اپنی ذات تک محدود اور اپنے قول میں سمٹ جائیں جیسے سانپ اپنی کیچلی میں بند ہو جاتا ہے اور صرف مطالعہ کتب اور علمی تحقیقات میں الجھ کر رہ جائیں اور اسلام کے حقیقی حُرمتوں اور اسلام کے ان مرکزوں سے

ہمارا رشتہ باقی نہ رہے جن میں کمزوریوں کے باوجود اسلام زندہ ہے اور جن کی فضاؤں پر اسلام چھایا ہوا ہے اور ہمارے قلب و روح کے اندر جو جن اسلامی جذبات و احساسات کے سرچشمے خشک ہو جائیں تو پھر امریکی اسلام، یورپی اسلام، جاپانی و ایرانی، ہندوستانی اور پاکستانی اسلام ابھرنے لگے گا جن میں سے ایک دوسرے کو پہچان بھی نہ سکے گا اور وہ آپس میں اس طرح مختلف ہوں گے جیسے امریکی ایشیائی سے اور جاپانی انسان افغانی انسان سے مختلف ہوتا ہے اور ایسے سلم معاشرے وجود میں آجائیں گے جن کے ذوق و ذہن اور اقدار و معیار بالکل الگ ہوں گے۔

یہ صورت حال اسلام کے لئے ایک خطرہ ہے جس کا ابھی سے مقابلہ کرنا چاہئے جب کہ ابھی سالہا حد سے آگے نہیں بڑھا ہے اور زمانہ کار اسلامی رہنماؤں کے ہاتھ سے نہیں نکلی ہے، سچ کی مشرور حقیقت اور مسلمانوں کے — ان کے ماحول، قومیت، اور زبان و ثقافت کے اختلاف کے باوجود — ایک سرزمین اور ایک وقت میں اجتماع میں یہی مصلحت کار فرما ہے کہ دین کی کوئی بات کسی کے لئے مشتبہ اور سہم نہ رہ جائے اور ساری دنیا کے مسلمانوں اور ان کے اسلامی فہم و خیال کا بیک وقت جائزہ لیا جاسکے، علاقائی بدعات اور اس سبزہ خورد کو کا علم ہو سکے جو علم کی کمی یا علماء کی غفلت یا دوسری قوموں کے اختلاف کی وجہ سے اسلام کے چہستان اور اس کی زمین پر جا بجا آگ آیا ہے اس کی نشاندہی بھی ہو جائے اور اس کے استیصال کی طرف متوجہ بھی کیا جاسکے، بقول حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۱۱ھ) اگر گرج نہ ہوتا تو یہ دین اور مشرق و مغرب کے مسلمان، دوسرے مذاہب کی طرح تحریف و تبدیلی کا نشانہ بن سکتے تھے اور اس کا برسوں پتہ بھی نہ چلتا۔

اس لئے میرے بھائیو! علاقائی، ملکی، جغرافیائی، اور خوردو اسلام کے ظہور اور ایسے مسلم معاشرے کے وجود سے پوچھنا اور ہوشیار رہنے جو ہر اسلام اور روح اسلام سے عاری ہو اور ان اصل نیما دوں پر قائم نہ ہو جن پر اسلام کا قائم ہونا چاہئے۔

یہ وہ مضمون ہے جو اس وقت اللہ نے میرے دل میں ڈالا اور میری زبان سے کہلوا یا اور میں اس کو امریکہ اور یورپ کے مسلمان بھائیوں کے لئے ایک نہایت ضروری اور اہم پیغام سمجھ رہا ہوں جب آپ تنہائی میں اور اپنے گھر جا کر اس پر غور کریں گے تو اس کی قدر و قیمت اور اہمیت و ضرورت محسوس کریں گے اور تجربہ اس کی تصدیق کرے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کی صحیح رہنمائی فرمائے اور اطاعت پر قائم رکھے۔



# امریکہ اور کینیڈا میں مقیم مسلمانوں کی ذمہ داریاں اور فرائض

شاید آپ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ایہاں ہدایت عا کرے اور اسلام کی روشنی پھیلا

[یہ وہ خطاب ہے جو ۱۰ جون ۱۹۷۷ء کو ٹورنٹو (کینیڈا) میں مقیم مسلم نوجوانوں کو تعلیم یافتہ

حضرات سے کیا گیا۔]

يُجَادِي الَّذِينَ آمَنُوا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةً قِيَامًا يَّوْمَ قَاعِ عَمْدٍ وَوَيْلٌ لِّ  
اے یہ بے بندو جو ایمان لائے ہو میری زمین فراخ ہے تو میری ہی عبادت کرو۔

## ذرائع اور مقصد!

میرے بھائیو اور بہنو! اللہ تعالیٰ کے یہاں انسان کی زندگی کا مقصد بندگی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گزارنا اور آخرت کے لئے کوشش اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چل کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اصل مقصد یہ ہے اس کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں، سب وسائل اور ذرائع ہیں، مقصد اور ذریعہ کا مطلب آپ سمجھتے ہیں، اللہ کے قرب کے ذرائع کو تلاش کرنا، مناسب ماحول تیار کرنا، قوت تنقیذ حاصل کرنا تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل آسان ہو جائے اور کوئی مجبوری کی شکایت نہ کر سکے، اور کوئی دوسری طاقت اور دوسرا اقتدار اس میں خلل اندازی نہ کر سکے اور اس کے مقابل دوسری کوئی

متوازی و جوت نہ دے سکے، اس کو قرآن مجید نے اپنے معجزانہ الفاظ میں بیان کیا ہے کہ۔

حَتَّىٰ لَا تُلَاقُوا فِيهَا حِزْمًا قَبْلُكَوْرٍ

کرفاد نا پور ہو جائے اور (گلیں) تھلائی

الذَّيْنِ جِلْدًا

کا دین ہو جائے۔

یہاں تک کہ کشمکش جاتی رہے، یعنی دو طاقتوں کے درمیان جو تصادم (CLASH) ہوتا ہے، وہ جاتا رہے جس کی وجہ سے لوگ خواہ مخواہ انتشار میں پڑیں (CONFUSION) کا شکار ہوں، کوئی کئے اِدھر چلو، کوئی کئے اُدھر چلو۔

يَكُوْنُ الذَّيْنِ جِلْدًا یعنی طاعت و فرماں برداری صرف اللہ تعالیٰ کی ہو، اسی کے لئے جوت کا کام ہے، اسی کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، ضرورت ہو اور وقت آئے تو جہاد ہے، اسی کے لئے اسلام کو ایسی طاقت مہیا کرنا اور اس کو اقتدار پر لانا ہے کہ کمزور لوگوں کو بھی خدا کے بتائے ہوئے راستے اور اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ایسا مشکل نہ ہو جائے کہ وہ کہیں کہ لَا يَكْفُلُ اللهُ نَفْسًا اِلَّا اَوْسَعَهَا یہ تو ہماری طاقت سے باہر ہے۔

## اصل مقصد اللہ کی بندگی!

لیکن ان تمام ذرائع کا مقصد اللہ کی بندگی ہے، وَمَا خَلَقْتُ الْاِنْسَ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِي اس کے بائے میں ذہن کو پورے طور پر صاف کر لینا چاہئے، میں نے یہاں یورپ میں اور امریکہ میں کئے پڑھے لوگوں کے ذہن میں اچھا خاصا الجھاؤ پایا کہ وہ ذرائع اور مقاصد کے درمیان فرق نہیں کر پاتے، مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو اور اللہ تعالیٰ نے جو زندگی دی ہے، عملائیں دی ہیں، انھیں ہم ایسے کاموں میں استعمال کریں کہ اللہ کی رضا ہم کو حاصل ہو، اور زندگی کا مقصد پورا ہو،

آخرت میں اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہو اور ہمیں اپنا قرب عطا فرمائے اور ہم ان کے سامنے سرخرو ہوں اور جنت میں ہیں اونچے سے اونچا مقام حاصل ہو، یہ اصل مقصد ہے، یہ مقصد اگر کہیں پورا ہو رہا ہے تو بہت مبارک ہے اور اگر یہ مقصد خاص اپنے وطن میں بھی پورا نہ ہو تو اسے خیر یا دکھنا چاہئے، وطن جہاں آدمی پیدا ہوا ہے اور اس کے ذرے ذرے سے اسے محبت ہے اور جہاں کا کائنات بھی انسان کو پھول سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ ع

### خاروطن از سنبل وریحاں خوشتر

کسی نے کہا ہے کہ وطن کا کائنات بھی سنبل وریحاں اور عطرین پھولوں سے زیادہ محبوب اور خوشنما ہوتا ہے اس کی خاک بھی کیسا اور مٹی بھی اکیسیر کبھی جاتی ہے، آدمی اس کو آنکھ کا سرمہ بنا تا ہے، ایسا وطن جہاں الفت و محبت کے تمام اسباب موجود ہیں، والدین موجود ہیں، بھائی بہن، خاندان کنبہ اور اولاد موجود ہے، وطن اور مسافرت میں جو فرق ہے، وہ ان مالوفات کی وجہ سے ہے، وطن مجموعہ ہے مالوفات کا، یعنی جس سے آدمی کے دل کو لگاؤ، تعلق اور وابستگی ہوتی ہے، وہ چیزیں وہاں زیادہ جمع ہیں، طبعی، شرعی مالوفات اور فطرت سلیمین چیزوں سے لگاؤ رکھتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اس آیت میں جمع کر دیا ہے۔

کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور	قُلْ اِنْ كَانَتْ اَبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ
بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور	وَاَهْلَاؤُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ
مال جو تم کھاتے ہو اور تجارت جس کے بند بننے	وَاَمْوَالٌ اِقْتَرَفْتُمْوهَا قِيَارًا
سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو	فَخَشَقْتُمْ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ
خدا اور اس کے رسول سے اور خدا کے راہ میں	تَرَضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ
جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو تمہیں	وَمَسْجِدٍ وَّجِهَاتِ نَبِيِّ سَبَّحْتَ عَلَيْهِ فَتَرْتَضونها

رہو یہاں تک کہ خدا اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے اور خدا نافرمان لوگوں کو ہلاکت میں یا کرتا

حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ مَّوَدَّعَةً لِّدِينِهِ  
الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۝

## صنوبر کی ہجرت

کہ کرمہ کی سرزمین جس کے اندر قدرتی طور پر ایسی محبوبیت اور دلآویزی ہے کہ خود قرآن مجید میں حضرت ابراہیم کی دعا نقل کی گئی ہے جو یقیناً قبول ہو گئی ہے: فَاجْعَلْ أَهْلَهُ قَوْمًا يَتَّقُونَ النَّاسَ تَتَّقِي الْيَوْمَةَ ۝ اے اللہ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ اس کی طرف ایسے کھینچیں (جیسے منقشوں کی طرف لوہا کھینچتا ہے) یہ محبوبیت حرم شریف کو حاصل ہے، اس میں بیت اللہ ہے، زمزم ہے، اس میں صفا اور مردہ ہیں، پھر اس کے نزدیک نئی اور عرفات ہیں، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہاں مسلمانوں کے لئے خدا کی بندگی مشکل ہے تو فرمایا: "جستہ چلے جاؤ" یہ کیوں فرمایا؟ دین پر قائم رہنے کے لئے فرمایا کہ یہاں نماز نہیں پڑھ سکتے، خدا کی عبادت نہیں کر سکتے، ان کا سر بتوں کے سامنے زبردستی جھکایا جاتا ہے، ان کے سامنے خدا کی توہین کی جاتی ہے، زبردستی ان سے کفر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو فرمایا کہ "جستہ چلے جاؤ" دو مرتبہ جستہ کو ہجرت ہوئی، آخر میں خود آپ کو حکم ہوا کہ چھوڑ دو اور مدینہ چلے جاؤ، اللہ کے نام پر کہ جیسا شہر چھوڑا جاسکتا ہے تاکہ خدا کی عبادت آزادی کے ساتھ ہو سکے تو دنیا کے اور شہر کس شمار قطار میں ہیں نیویارک و لندن ہو یا ٹونڈو اور شیکاگو ہو، دہلی و کھنؤ ہو، کوفہ و بصرہ ہو، قرطبہ و غرناطہ ہو یا قاہرہ و دمشق ہو، اصل یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کیا جاسکتا ہو، وہ جگہ محبوب ہے اور رہنے کے قابل ہے، اور جہاں ایسا ممکن نہ ہو وہ جگہ چاہے وطن ہو یا کوئی محبوب اور حسین سرزمین رہنے کے قابل نہیں۔

## مسرت اور تشویش

میں نے ریاستہائے متحدہ امریکہ کا سفر کیا، میں یہاں آیا میں نے بہت سے شہر دیکھے اور اب آپ کے یہاں کینڈا آیا ہوں، ایک طرف تو مجھے مختلف ممالک کے مسلمانوں کو یہاں دیکھ کر خوشی ہوئی، فطری بات ہے کہ آدمی کو اپنے ہم جنس اور ہم مذہب لوگ ملتے ہیں تو خوشی ہوتی ہے، لیکن دوسری طرف مجھے اس کی فکر ہے کہ کیا آپ کو یہاں پورے طور پر اسلامی زندگی گزارنے کا موقع ہے؟ اور کیا آپ کی آئندہ نسلیں اسلام پر قائم رہیں گی؟ آپ کے اندر جو اسلامی جذبہ تھا کیا وہ ویسا ہی روشن اور فروزاں رہے گا؟ یہ بات سوچنے کی ہے، آپ بڑا نہ مانیں، یہاں ہمارے اکثر بھائی مادی اغراض سے آئے ہیں، ہمارے ایک بھائی نے کہہ بھی دیا تھا کہ صاحب ہم تو یہاں کھانے کمانے کے لئے آئے ہیں۔ یہ کوئی حرام بات نہیں ہے، کوئی گناہ کی بات نہیں، لیکن جہاں خالص مادیت کی زندگی اور غفلت کا دور دورہ ہو وہاں جانے میں تو حیر حیر نہیں، لیکن وہاں رہنے کا فیصلہ کرنا یہ بات سوچنے کی ہے۔ میں آپ سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کو یہ اطمینان ہے کہ آپ یہاں اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے نشار کے مطابق گزار سکتے ہیں اور دعوت کے کام میں مشغول ہیں اور یہاں آپ کے رہنے سے دین کو فائدہ پہنچ رہا ہے اور اس بات پر آپ کا دل گواہی دے کہ آپ اپنا ایمان بھی بچا رہے ہیں اور دوسروں کے ایمان کی فکر بھی کر رہے ہیں اور بقدر ضرورت معاشی جدوجہد میں مشغول ہیں تب تو ٹھیک ہے، میں بھی کہوں گا کہ آپ کا رہنا مبارک ہے، شاید آپ کے ذریعہ سے اللہ یہاں ہدایت عام کے اور اسلام کی روشنی پھیلے، اور یہ خط کبھی اسلام کی دولت و سعادت سے بکٹنا رہ جائے۔

یہ کوئی تعجب کی بات بھی نہیں، مسلمان عرب سوڈا، جیب مشرق بعینہ، اندونیشیا، فلپینا اور بحرہند کے جزیروں میں پہنچے تو جزیرے کے جزیرے مسلمان ہو گئے، وہاں آج مسلمانوں کی کھلی ہوئی اکثریت ہے، آپ

تحقیق کریں گے تو معلوم ہوگا کہ اسلام زیادہ تر غربت و تاجروں کے ذریعہ پھیلا یا پھر صوفیائے کرام کے ذریعہ پھیلا ہے۔ ہمارے برصغیر ہندو پاک میں بھی سندھ وغیرہ کے علاقوں میں یا مسلم اکثریت کے علاقے شلا کشمیر و مشرقی بنگال صرف صوفیائے کرام کے شہزادہ احسان ہیں۔

یہاں رہنے کے بعد اپنے ایمان اور اپنی آئندہ نسلوں کے اسلام کی حفاظت کا انتظام اور اطمینان آپ نے کر لیا ہے اور یہاں رہ کر آپ دعوت کا کام کرتے ہیں اور ایسی اسلامی زندگی کا مظاہرہ کرتے ہیں جو دوسروں کے کشش کا باعث ہو تو آپ کے یہاں رہنے کا جواز ہے، جواز ہی نہیں بلکہ یہ بہت بڑا جہاد اور بہت بڑی خدمت ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے اور آپ کا مطمح نظر صرف کھانا کمانا ہے تو یہ مقصد مسلمانوں کے مقابلہ اور مقصد حیات سے میل نہیں کھاتا، صرف کھانے کمانے کے لئے اتنی دوردراز کی مسافت طے کرنا کسی مسلمان کے شایان شان نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے رزاقی جہز انبیاء کی پابندی میں یہ سراسر علمی باتیں کر رہا ہوں، علمی نکات اور روش گافیاں کسی دوسرے موقع پر کسی دوسرے عالم سے سن لیجئے گا، میں نے جو کچھ لیا دیکھا اس کی روشنی میں یہ چند علمی باتیں بے تکلف عرض کر رہا ہوں، اگر آپ کی زندگی اور آپ کا یہاں قیام اسلام کے لئے مفید ہے اور اس کی راہ ہموار کرتا ہے تو میں یہ فتویٰ دیتا ہوں کہ آپ کا یہاں رہنا نہ صرف جائز بلکہ ایک عبادت ہے، اگر اپنے ایمان اور اپنے بچوں کی دینی زندگی کی طرف سے اطمینان نہیں تو مجھے اس سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے کہ نہ جانے یہاں کس حال میں موت آئے ہم خدا کو کیا جواب دیں گے کہ صرف کھانے کمانے کے لئے وہاں گئے تھے، یہ نہ اسلامی کردار ہے، نہ مسلمان کی شان ہے، ہاں اگر آپ نے یہ انتظام کر لیا کہ آپ کے ایمان پر ذرہ برابر آنچ نہ آئے، آپ کسی دینی دعوت اور اسلام کی تبلیغ کرنے والی تنظیم میں شریک ہیں، آپ نے احوال بنایا ہے، کوئی ایسا حلقہ بنایا جس میں دینی باتیں ہوتی ہیں، اور تذکرہ ہوتی ہے، آخرت کی فکر ہوتی ہے، آپ یہاں غیر مسلموں کے سامنے ایسی زندگی پیش کر رہے ہیں، جس میں (CHARM) ہے کشش ہے اور آپ اپنے بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام کر لیا ہے، یہ بہت اہم بات ہے، قیامت کے دن بچوں سے جب

پوچھا جائے گا کہ تم کیسے اس حالت میں آئے ہو نہ ہمارا نام جانتے ہو نہ ہمارے رسول کا نام جانتے ہو نہ نماز جانتے ہو تو وہ کہیں گے کہ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰطَعْنَا سَادَتَنَا وَكَلْبَنَا اَعْمٰ  
فَاَسَلُوْنَا السَّبِيْلَ  
ہمارے پروردگار ہم نے اپنے بڑوں کی بات  
مانی، انھوں نے جس راستہ پر لگایا اسی راستہ پر  
ہم لگ گئے، انھوں نے ہمیں کہاں کا نہیں رکھا۔

قرآن مجید میں آتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هٰذَا اَلَّذِيْ سَلَّمْتُمْ  
وَاَهْلِيْكُمْ تَارًا  
اے ایمان والو! اپنے کو اور اپنے بچوں کو  
آگ سے بچاؤ۔

آپ کے بچے بے فکر اسکول جاتے ہوں گے، لیکن کیا آپ نے ان کے لئے ایک وقت مقرر کیا ہے جس میں  
توحید و رسالت اور دین کی تعلیم حاصل کریں؟ جس کے بغیر آدمی مسلمان ہو نہیں سکتا اور آپ نہیں بتائیں  
کہ ”عَلَّامَةُ الْحَقِّ الْاِسْلَامِ اَنْتُمْ مُرْسِلُوْهُ“ خبردار اسلام کے علاوہ کسی اور راستے پر نہ ناسلام ہے، کسی  
مسلمان بچے کی دینی تعلیم و تربیت کے بغیر زندگی سے اس کی موت بہتر ہے۔

اس صاف گوئی پر مجھے معاف کریں لیکن یہ عملی چیزیں جنہیں یہاں رہ کر آپ کو برتنا ضروری ہے  
بچوں کی تعلیم اور یہاں اسلامی ماحول بنانے میں اگر آپ تھوڑا سا وقت دیتے ہیں تو آپ یہاں رہیں،  
شاید اللہ نے اسی لئے آپ کو یہاں بھیجا ہے۔

ہندوستان و پاکستان اور ایشیائی ممالک سے ذہین نوجوانوں کی حواری بھائی کی طرح جوہر میں چلی  
آ رہی ہیں اور وہ یہاں کارخ کر رہے ہیں تاکہ اپنا دامن اور جھولی بھریں تو ان ملکوں کا کیا ہوگا جہاں سے  
اچھے تعلیم یافتہ اور ذہین لوگ مادی منافع کی خاطر اپنے ملکوں کو چھوڑ دیں۔

## چند عبرت انگیز واقعات

میں صرف ان لوگوں کا یہاں رہنا جائز سمجھتا ہوں جنہوں نے اپنے ایمان کی حفاظت کا انتظام کر لیا ہے اور غیر مسلموں میں دینی دعوت کو اپنا مقصد بنایا ہے، ورنہ یہاں تو اس کا بھی اطمینان نہیں کہ ایک مسلمان کی مرنے پر اسلامی طریقہ پر تجہیز و تکفین و تدفین بھی ہوگی! یہاں بوسٹن میں مقیم ہمارے ایک عزیز مولوی مدثر نے بتایا کہ یہاں ایک حاجی صاحب کا انتقال ہو گیا تو انھیں فون آیا کہ آخری رسوم میں شریک ہوں، وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ لاش تابوت میں رکھی ہوئی ہے، سوٹ پہنا رکھا ہے، ٹائی لگی ہے، سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے ہیں، عیسائی مرد عورتیں آرہے ہیں اور KISS کر رہے ہیں، تابوت پر پھول ہار وغیرہ ڈال رکھے ہیں، اللہ تعالیٰ اس نوجوان کی عمر میں برکت دے، آخر عربی مدرسوں میں پڑھنے سے فائدہ ہی ہوتا ہے، اس نے ان رسوم کے رٹکے کو بلایا اور کہا کہ میں جاتا ہوں، انہوں نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے کہا کہ میں جو کچھ کہوں گا آپ کریں گے نہیں۔

ان صاحب نے کہا کہ ہم نے آپ کو بلایا ہے، ہم آپ کی بات مانیں گے، مدثر نے کہا پہلے تو ان کا سوٹ اتار دینے، لوگوں کو یہاں سے علیحدہ کیجئے، ہم ان کو شرعی طریقہ سے غسل دیں گے، کفن پہنائیں گے، یہ انگوٹھی بھی نکال دیجئے، ان صاحب نے کہا انگوٹھی نہ اتار دینے گا، ورنہ ہماری والدہ کا ہارٹیل بوجھے گا انہوں نے کہا کہ ہم انگوٹھی ضرور علیحدہ کریں گے اگر آپ کی والدہ کے ہارٹیل ہونے کا خطرہ ہو تو انہیں ابھی نہ بتائیے، بعد میں بتا دیجئے گا، فیروزہ راضی ہوئے۔

وہ تو اتفاق تھا کہ ہمارے یہاں کا وہ پڑھا ہوا بچہ وہاں پہنچ گیا ورنہ خدا جانے کتنے مسلمان اس ملک میں ایسے دفن ہو جاتے ہوں گے۔

ایک اور واقعہ سنا جس سے بڑی عبرت ہوئی کہ ایک مصری عالم کا انتقال ہوا جنہوں نے

اسلام پر انگریزی میں ایک اچھی کتاب لکھی ہے، ان کی بیگم امرکن تھیں، مسلمانوں کا قبرستان ذرا دور تھا، عیسائیوں کے قبرستان میں انھیں دفن کر دیا گیا، یہ چیزیں وہ ہیں جنہیں ایک مسلمان خواب میں دیکھ لے تو چیخ اٹھے کر یا الشرفیر فرما، تو یہی حفاظت فرما، پھر جائیکہ یہ واقعات عام ہو جائیں اور ہم سن کر کوئی فکر نہ کریں۔

## دوہرا خطرہ

بھائیو! اپنی فکر کرو، اپنے اولاد کے اسلام پر قائم رہنے کا بندوبست کرو، ورنہ آپ لوگوں کا یہاں رہنا ہماری سمجھ میں نہیں آتا، ایک تو آپ خطرے میں ہیں، دوسرے آپ کا ملک خطرے میں ہے، ہندوستان و پاکستان کے جو تعلیم یافتہ نوجوان یہاں آ رہے ہیں اگر وہاں رہتے تو جو دس بی آدمی ان کے ماتحت کام کرتے، ان کو تقویت ہوتی، ان کے والدین اور ہم قوم افراد کو تقویت ہوتی، عرب ممالک کے نوجوان کثرت سے یہاں ہیں، اگر یہ اپنے وطن میں ہوتے تو اسے منظم بناتے، طاقت فرماتے اور اپنی صلاحیتوں سے فائدہ پہنچاتے، محض تنخواہ کی زیادتی، اچھے مکان اور بہتر خورد و نوش کے لئے یہاں آنا ہمیں نہیں آتا، یہ بات بہت سوچنے کی ہے، آپ کو مجھ سے یہ توقع ہوگی کہ میں آپ کے لئے دل خوش کن باتیں کرتا، میں نے وہ باتیں کہیں جس سے آپ کے دل کو چوٹ لگے، اور آپ اس مسئلہ پر تنبیہ کی سے غور کریں۔



۳۶۵

۱۳۷۱

مکتبہ العارفین دارالحدیث

دارالحدیث دارالحدیث دارالحدیث

# دَعْوَتِ کَا کَام کرنے والوں کے درمیان خوشگوار تعلق اور باہمی محبت کسی خارجی ذریعے سے نہیں پیدا کی جاسکتی

[یہ تقریر امریکہ اور کناڈا کے مسلم طلباء کی تنظیم (M.S.A) کے پندرہویں سالانہ سرروزہ کنونشن کے افتتاحی اجلاس میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے کارکنوں کے باہمی تعلقات و روابط کے موضوع پر کی گئی، اس موقع پر مختلف ممالک کے اسلامی اسکالرز، ماہرین تعلیم، مصنفین، تاریخ دان اور ماہر تقاضا موجود تھے، اس تقریر کا انگریزی ترجمہ جناب ممتاز احمد صاحب نے کیا۔]

## مصنوعی کوشش کارگر نہیں ہوتی

حضرات! آج کی مجلس کا موضوع ہے کہ "اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے کام کرنے والوں کے درمیان کیا شخصی تعلق اور رابطہ ہونا چاہیے؟"

میں اس موضوع پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا، لیکن میرے لئے شاید ان الفاظ کے دائرہ میں قید ہونا ضروری نہ ہوگا، میں ایک حقیقت پسند انسان اور ایک طالب علم کی حیثیت سے جس کی تاریخ اسلام پر نظر ہے، اور اس نے اس کا مطالعہ کیا ہے، اس ربط و تعلق کے اصل سرچشموں کی نشاندہی کرنے کی کوشش کروں گا۔

حضرات! میں سمجھتا ہوں کہ دعوت کا کام کرنے والوں کے درمیان تعلق اور باہمی محبت کسی

خارجی ذریعے سے نہیں پیدا کی جاسکتی، میرے علم میں ابھی تک کوئی ایسا مادہ یا کیمیاوی مرکب نہیں آیا جو گوند یا لئی کی طرح انسانوں کے دلوں کو جوڑ دے، اس میں کوئی مصنوعی کوشش کارگر نہیں ہوتی، آپس کی محبت کا سرچشمہ انسان کے دل اور انسان کے اندرون میں پایا جاتا ہے، ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ان ٹوٹے ہوئے دلوں کو جن کے درمیان کوئی کشش کوئی قوت جاذبہ نہیں ہے، اور جن کے اوپر کسی حقیقت کا کسی احساس کا غلبہ نہیں ہوا ہے، ان کے درمیان کوئی اتحاد پیدا کرنے کاغذوں کو ایک دوسرے سے چپکانا آسان ہے اور کسی عمارت کی اینٹوں کو مسالے سے جوڑا جاسکتا ہے، مگر انسانی دلوں کا معاملہ اس سے کہیں زیادہ نازک، کہیں زیادہ دشوار ہے، خود قرآن مجید میں آتا ہے۔

لَوۡ اَنۡقَضۡتُمَا فِی الْاَرۡضِ جَمِیۡعًا  
مَا اَلۡفَتۡ بَیۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ  
اگر تم دنیا بھر کا دولت خرچ کرتے تب بھی ان کے  
دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے۔

کہ تمہارے پاس جو مالی سرمایہ ہے، ذرا لٹ ہیں، وہ سب کے سب خرچ کر دو تب بھی ان کے دلوں کو نہیں جوڑ سکتے تھے، اللہ اگر ان کے اندر اتحاد نہ پیدا کرتا، ان کو ایک دوسرے سے نہ جوڑتا تو دنیا کی کوئی طاقت نہیں تھی کہ ان کے دلوں کو جوڑے۔

## انوت کا کرشمہ

آپ حضرات کو معلوم ہے، جب مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت ہوئی تو ہاجرین و انصار کے درمیان سولے انسانیت اور سولے عربی زبان کے رشتہ کے نسلی رشتہ تک نہیں تھا، تفصیل میں جانا نہیں چاہتا، انصار کا تعلق نبی قطان یعنی قبائل سے تھا، اور حجازی ہاجرین کا بنی عدنان حجازی قبائل سے تھا، لیکن ان کے درمیان ایک بے نظیر اتحاد پیدا ہو گیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَإِذْ كُنْتُمْ أَجْزَاءً مِّنْ شُرَكَائِكُمْ  
وَأَذْكُرْ مَا نَعَمْتَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ  
وَإِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ  
الْأَشْرَاقِ لِكَيْ يَأْتِيَهُم مِّنْ لَّدُنَّ  
وَأَسْمَاءُ بَيْنَهُمْ  
وَأَسْمَاءُ بَيْنَهُمْ  
وَأَسْمَاءُ بَيْنَهُمْ

اور اسی افوت کا کرشمہ تھا کہ جب مہاجرین مدینہ پہنچے ہیں تو حضرات انصار نے ان کو گھروں ہی میں نہیں جگہ دی بلکہ نونوں میں جگہ دی، آنکھوں پر بٹھایا، انصاری مہاجر سے کہتا ہے یہ میرا گھر ہے، آدھا حصہ آپ کا، آدھا میرا، آپ جو ناصحہ پسند فرمائیں شوق سے لے لیں، ایسے ہی کھیتی باڑی میں جائداد و املاک میں آدھا آدھا حصہ دینے کے لئے تیار ہو گئے اور صد یہ ہے کہ بعض انصاریوں نے کہا کہ میری دو بیویاں ہیں میں ان میں سے ایک کو طلاق دیتا ہوں آپ اس کو اپنی زوجیت کے لئے قبول فرمائیے مہاجرین نے اس کے جواب میں کیا کیا؟ انھوں نے ایثار کا اور غیرت کا مظاہرہ کیا، انھوں نے کہا کہ بھائی! اشر برکت دے، ہمیں بازار کا راستہ بتا دیجئے ہم وہاں قسمت آزما کر لیں گے، جو ہمارے نصیب میں ہوگا وہ ہمیں ملے گا۔

یہ چیز کسی مصنوعی طریقہ سے نہیں پیدا ہو سکتی ہے، انسانی تنظیمات کے سامنے (زمانہ قدیم میں بھی اور آج بھی) یہ بڑا مسئلہ رہا ہے کہ کام کرنے والوں کو شیر و شکر کس طرح بنایا جائے جس طرح دودھ اور شکر مل کر مفید بن جاتے ہیں، اور پھر شکر اس میں اس طرح تحلیل ہو جاتی ہے کہ اس کو الگ کتنا مشکل ہوتا ہے اسی طرح کام کرنے والوں کو ایک دوسرے سے کس طرح پیوست کیا جائے کہ ان کی انفرادیت ختم ہو جائے اور اس سے زیادہ صحیح الفاظ میں انانیت ختم ہو جائے۔

چند مثالیں

اس ضمن میں ایک دو مثالیں پیش کروں گا اور پھر عرض کروں گا کہ اس کا اصل حشرہ کیا ہے؟

لے آل عمران ۱۰۳

میں اس کی مثال سیرت نبوی سے دیتا ہوں کہ اس سے بہتر مثال انسانی دنیا کے علمی سراہے میں ادا اس کے کتب خانوں میں موجود نہیں۔

بدر کے موقع پر مشرکین مکہ میں سے کچھ لوگ قید کئے گئے، ان میں ایک ابو عزی بن عمیر تھے ان کے حقیقی بھائی مصعب بن عمیر بدر میں اسلامی افواج کے علمبردار تھے، وہ پہلے سے مدینہ آچکے تھے، جب ابو عزی بن عمیر کی مشکلیں باندھی جانے لگیں تو مصعب بن عمیر کھڑے دیکھ رہے تھے، انھوں نے اس شخص کو مشکلیں باندھ رہا تھا، مخاطب کر کے کہا: "اس کو اچھی طرح کس کے باندھنا، اس سے اچھی رقم وصول ہوگی" ابو عزی بن عمیر نے کہا: "بھائی صاحب! آپ سے اس کی توقع تھی کہ آپ میرے لئے کوئی کلہ خیر کہتے، میری سفارش کرتے کہ میرا بھائی ہے، ذرا خیال کر کے اس کی مشکلیں باندھنا، ذرا ڈھیسلی باندھنا آخر میرا ماں جا یا بھائی ہے، میرے باپ کا نخت جگر ہے، آپ اٹائیہ کہتے ہیں کہ مشکلیں ذرا اچھی طرح باندھی جائے تاکہ فدیہ کی رقم اچھی وصول ہو۔"

مصعب بن عمیر نے اس کا جواب دیا وہ دنیا کی تمیری کوششوں اور دینی و اخلاقی انقلابات کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے یادگار رہے گا، انھوں نے کہا: "تم میرے بھائی نہیں ہو میرا بھائی وہ ہے جو تمہاری مشکلیں باندھ رہا ہے۔"

## عقیدے کی وحدت اور مقصد کا عشق

عقیدہ کی وحدت اور مقصد کے عشق نے اسی قلب ماہیت کر دی تھی، اور ایسا انقلاب پیدا کر دیا تھا کہ مصعب بن عمیر جو اعلیٰ انسانی اقدار کے مالک تھے، جس کا اندازہ ان کی سیرت اور صلاحات زندگی سے ہوتا ہے، لیکن مقصد کے عشق نے ان کو ایسا خود فراموش بنا دیا تھا کہ انھوں نے یہ کہا کہ تم اس وقت میرے بھائی نہیں میرا بھائی وہ ہے جو تمہاری مشکلیں باندھ رہا ہے۔ اس لئے کہ ایک نئے رشتہ

ایک نئی چیز نے ہم لوگوں کو جوڑ دیا ہے، وہ خون کا رشتہ نہیں ہے، لیکن وہ خون کے رشتہ سے زیادہ عظیم، زیادہ مبارک، زیادہ مفید اور زیادہ قابل قدر ہے؛

ایک اور مثال پیش کرتا ہوں جو بہت مشہور ہے، شام کی فتوحات میں یرموک کی لڑائی کے موقع پر ایک صحابی ابو جہم بن حذیفہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اس خیال سے میدان میں نکلا کہ میدان جنگ میں اپنے چچا زاد بھائی کو تلاش کروں گا، عام طور پر جو لوگ زخمی ہوتے ہیں ان کو پیاس شدت سے لگتی ہے، میں پانی کا مشکیزہ لے کر نکلا کہ شاید وہ جاں بلب ہوں تو پانی ان کے ہونٹوں میں پکادوں گا اور ان کا منہ دھلا دوں گا میں بھائی کے پاس گیا اور دیکھا کہ وہ جاں کنی کی حالت میں ہیں، ہونٹوں پر پٹی لیاں جھی ہوئی ہیں، چہرے پر خشکی ہے، میں نے پانی کا پیالہ پیش کیا، اتنے میں کسی کے کراہنے کی آواز آئی، انھوں نے کہا کہ "میرا یہ بھائی پانی کا زیادہ مستحق ہے، یہ پانی کا پیالہ آپ اس کو پیش کریں، پھر پوچھ کر گزرے" جب اس کے پاس گئے تو اتنے میں کسی دوسرے کے کراہنے کی آواز آئی تو انھوں نے کہا کہ یہ پیالہ فلاں بھائی کو پیش کرو، یہاں تک کہ معتبر آدمی بیان کرتا ہے، اور اسلامی عہد کی تاریخ میں (جس میں ایرانی مبالغہ آرائی اور عجمی شاعری کا اثر نہیں ہے، وہ خالص واقعات و حقائق کی دستاویز ہے) لکھا ہے کہ یہ پیالہ گردش کرتا رہا اور میں برابر چکر کھاتا رہا، جب کسی زخمی کے پاس لے جاتا وہ کسی اور زخمی کی طرف اشارہ کر دیتا کہ میرے بجائے فلاں زخمی کو پیش کر دیا جائے، یہاں تک کہ میں اپنے بھائی کی طرف لوٹ کر آیا جب تک وہ جان جان آفریں کے سپرد کر چکے تھے، جب دوسرے کے پاس گیا تو وہ واصل بن ہو چکے تھے، جب تیسرے کے پاس گیا تو وہ بھی مرتبہ شہادت کو پہنچ چکے تھے، میرا لہجہ کا بھلا ہوا اور یہ سب اللہ کے بندے اللہ کو پیالے ہو گئے، یہ واقعہ ہے جو تاریخی طور پر پیش آیا ہے، یہ کوئی فرضی واقعہ نہیں ہے۔

تیسرا واقعہ جس کو میں ان دونوں واقعات سے زیادہ اہمیت دیتا ہوں وہ زندہ جاوید واقعہ ہے، جس کو دنیا کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی اور جس کا تجربہ پہلے کبھی نہیں ہوا، جب یرموک کے

میدان میں خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروقؓ کو یہ مصلحت معلوم ہوئی کہ حضرت خالدؓ کو اسلامی افواج کی سپہ سالاری (ہائی کمانڈ) سے سبکدوش کر دیں اور ان کے بجائے حضرت ابو عبیدہؓ کو مقرر کریں تو پہلی بار دنیا کے سائے یہ مثال آئی کہ عین میدان جنگ میں جب تمام جنگاں خالدؓ پر جی ہوئی تھیں اور ان کو فتح کا رمز (SYMBOL) سمجھا جاتا تھا، اور غالباً حضرت عمرؓ کی یہی مصلحت تھی کہ ذہنوں کے یہ نکل جائے کہ جہاں خالدؓ ہوں گے وہاں فتح ہوگی، خالدؓ اور فتح لازم و ملزوم نہیں، خدا پر سے توکل ہٹ کر کہیں خالدؓ کی ذات پر مرکوز نہ ہو جائے جس وقت خالدؓ کی معزولی کا فرمانِ خلافت پہنچا ہے اس وقت فیصلہ کن جنگ کے لئے تیاری ہو رہی تھی اور حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا تھا کہ خالدؓ کی پگڑی اتار کر (معزولی کی علامت کے طور پر) ان کے گلے میں ڈال دی جائے تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ اب خالدؓ اس منصب سے سبکدوش کئے جا چکے ہیں، حضرت خالدؓ کو یہ پیغام سنایا گیا، تو انھوں نے کہا "امنا و استمنا" فرمانِ خلافت سر آنکھوں پر میرے طرز عمل میں کوئی فرق واقع نہ ہوگا، اگر میں خدا کے لئے لڑتا تھا تو اب بھی لڑوں گا اور اگر عمرؓ کے لئے لڑتا تھا تو اب تک اب مجھے حق حاصل ہے کہ بیٹھ جاؤں اس لئے کہ عمرؓ نے مجھ پر بے اعتمادی کا اظہار کیا ہے، مجھے اتنے بڑے اعزاز سے محروم کر دیا ہے، ادیکھنے والوں نے دیکھا اور تاریخ کی شہادت ہے کہ حضرت خالدؓ اسی جانبازی سے، تعمیل پر سر رکھ کر لڑتے رہے، اتنے بڑے اعزاز سے کسی کو معزول کر دیا جائے اور اس کے جوش و خروش میں اس کی مصروفیت میں فرق نہ آئے، آج ترقی یافتہ جمہوریوں میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ کسی سے کوئی عہدہ لے لیا جاتا ہے تو اس پر افسردگی طاری ہو جاتی ہے اور وہ بکھ کر رہ جاتا ہے۔

### مقصد کا عشق

عقیدہ کی وحدت، مقصد کی وحدت اور محبت کی وحدت حیرت انگیز نتائج پیدا کرتی ہے، مقصد اور عقیدہ ایسا جوگ و ریش میں سرایت کر گیا ہو، ذوق و مزاج بن گیا ہو، وہ پیشہ، مشغلہ،

مصلحت اور مفاد کی حیثیت نہ رکھتا ہو بلکہ وہ زندگی کا مسئلہ ہو، محبوب حقیقی ہو وہی یہ اعجاز دکھا سکتا ہے مقصد سے صرف وابستگی کافی نہیں، مقصد سے صرف اتفاق کافی نہیں لوگ اتفاق کو کافی سمجھتے ہیں، یہ بڑی غلط فہمی ہے، مقصد سے عشق ہو، مقصد میں اور مقصد کے لئے کام کرنے والوں میں جب شمع اور پروانے کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے، تب ایسی مثالیں سامنے آتی ہیں، میں نے اسلامی عہد کی چند مثالیں آپ کے سامنے پیش کی ہیں تاریخ اسلام میں بیسیوں ایسی مثالیں آپ کو ملیں گی۔

### تیرہویں صدی ہجری کی تیانج و دعوتِ عربیت کے خلوص و ایشار کی دو مثالیں

میں نے آپ کے سامنے عہد رسالت اور دورِ صحابہؓ کے چار واقعات پیش کئے تھے، پتہ چلتا ہے کہ عقیدہ کی وحدت اس کی گہرائی اور مقصد کے عشق نے لیکن ان کے سننے والوں اور اسلام کی سر بلندی کے لئے کام کرنے والوں میں کیسا خلوص و اتحاد اور کیسا جذبہ ایشار پیدا کر دیا تھا آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو اسلام کا عہد زریں اور عہد سعادت تھا، جب نفوس و قلوب انسانیت اور اخلاق و رذیلے سے پاک و صاف ہو گئے تھے، قرآن شریف میں آتا ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ حَبَابَ الْبَلَدِ الْأَيْمَانِ ۚ  
وَرَبَّانِي فَخَلَقْنَاكُمْ وَرَبَّانِي الْكَلْبُ الْكَلْبُ  
وَالْفُسُوقَ وَالْأَعْيُنَ ۚ

لیکن خدا نے تم کو ایمان موزینا دیا اور اس کو  
تمہارے دلوں میں سجایا اور کفر و گناہ اور  
نا فرمانی سے تم کو بیزار کر دیا۔

لیکن کیا اس دور کے بعد جس کو خیر القرون کہا گیا ہے اور جس میں آفتاب نبوت کی ضیاء شامی موجود تھی، ایسے خلوص و ایشار اور بے نفسی کی مثالیں ملتی ہیں؟ یہ مثالیں ہمارے اندر جو زمانہ نبوت سے بہت بعید ہیں، پیروی اور تقلید کا زیادہ جذبہ پیدا کر سکیں گی، اور ہمارے اندر بھی یہ جو صلہ پیدا ہو گا کہ ہم اس

لئے یہ عنوان اور اس کا مضمون کتاب کی طاعت کے موقع پر پڑھا جائیگا۔ اللہ عجلت ۷

بیسویں صدی میں اس خلوص و ایثار کا مظاہرہ کر سکتے ہیں اور ان کے نقش قدم پر چل سکتے ہیں، میں کہوں گا کہ جب عقیدہ کی گرفت مضبوط اور مقصد کا عشق گہرا اور نچر ہو گا اور کوئی داعی و مربی اور مصلح ایسا مل جائے گا جو سب کو اس رنگ میں رنگ دے گا تو تاریخ اپنے آپ کو دوہرائے گی اور اسی طرح کے واقعات اور نمونے ظہور میں آئیں گے۔

میں اس وقت آپ کے سامنے مجاہد کبیر سید احمد شہید (شہادت ۲۲ ذی قعدہ ۱۲۷۳ھ - ۶ ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ) کی جماعت اور ان کی تاریخ دعوت و جہاد کے صرف دو واقعات پیش کروں گا جن کو ابھی کچھ زیادہ زمانہ نہیں گذرا، اور جو اس دور میں پیش آئے جب انگریزوں کے قدم ہندوستان میں جم گئے تھے اور غیر اسلامی تہذیب اور بادیت کا اثر مسلمانوں کی تہذیب و معاشرہ پر پھیلائی طرح پڑ چکا تھا۔

مولوی عبد الوہاب صاحب لکھنؤی سید صاحب کے لشکر گاہ مجاہدین (بختار) میں قائم غلہ تھے ان کا ہر روز یہ معمول تھا کہ قرآن شریف پڑھتے جاتے تھے اور غلہ یا آٹا لوگوں کو تقسیم کرتے جاتے تھے، بعض اوقات بیٹن بیٹن پچیس پچیس آدمیوں کا آٹا غلہ ایک ایک کو دیتے اور زبان سے نکلتے مگر کبھی کسی کے آٹے غلے میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ آتی۔

ایک روز آٹا تقسیم کر رہے تھے، میرا ام علی عظیم آبادی آٹا لینے کو آئے، وہ نو وارد تھے، اور بڑے قوی اور سیم تھے، آٹا ملای سے تقسیم ہوتا تھا، جو پہلے آتا، وہ پہلے پاتا، وہ پیچھے آتا، وہ پیچھے پاتا، وہ پہلے مانگنے لگے، مولوی صاحب نے کہا کہ تمہارا بھی وار آتا ہے، تمہارے جاؤ اور وہ جلدی کرنے لگے، انھوں نے نہ مانا، آخر میرا ام علی نے مولوی صاحب کو دھکا دیا، اور وہ گر پڑے، وہاں قندھاری بھی آٹا لینے کو بیٹھے تھے، ان کو برا معلوم ہوا اور سب مل کر میرا ام علی کو مارنے پر تیار ہوئے، مولوی صاحب نے قندھاریوں کو روکا اور کہا، وہ ہمارا بھائی ہے، دھکا دیا، تو ہم کو دیا، تم سے کیا مطلب؟ وہ سب نادام ہو کر چپ ہو رہے، مولوی صاحب نے ان کو آٹا دیا، وہ اپنے ڈبرے کو گئے،

لوگوں نے سید صاحبؒ سے جا کر یہ قصہ بیان کیا، جب اس دن مولوی صاحب رات کو حضرت کے پاس گئے، آپ نے پوچھا کہ مولوی صاحب، آج میرا نام علی نے تم سے کیا قصہ کیا؟ انھوں نے کہا، "میرے نزدیک انھوں نے کچھ نہیں کیا، وہ تو بڑے نیک بخت آدمی ہیں! وہ آٹا لینے کو آئے اور مجھ سے بانگا، ان کا وارنہ تھا، انھوں نے جلدی کی، اس میں ان کا دھکا میرے لگ گیا، بس اتنی بات تھی!" سید صاحبؒ یہ بات سن کر خاموش ہو رہے کسی نے یہ بات میرا نام علی کو پہنچائی کہ مولوی عبد الوہاب نے تمہارے تعلق سید صاحبؒ سے ایسی گفتگو کی، وہ اپنی حرکت پر بہت نادم ہوئے اور اسی وقت سید صاحبؒ کے سامنے آکر مولوی عبد الوہاب سے اپنی خطا معاف کرائی اور مصافحہ کیا!

اس سے زیادہ مؤثر واقعہ جماعت مجاہدین کے ایک فرد اور لشکر کے ایک خادم لاہوری کا ہے جو ایک دوسرے رفیق جہاد شیخ عنایت اللہ کے ساتھ پیش آیا اور جس میں لاہوری نے اپنا قصاص کا حق معاف کر کے اس بے نفسی اور ایثار کا ثبوت دیا، جو قرون اولیٰ کی یاد تازہ کرتا ہے! یہ واقعہ شہرت سید احمد شہیدؒ کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے۔

"ایک مرتبہ ایک خادم لاہوری نام کے جو بہت سادہ مزاج اور عزیز شخص تھے اور شیخ عنایت اللہ کے ساتھ مل کر گھوڑوں کا چارہ تیار کرنے کا کام ان کے سپرد تھا، شیخ عنایت اللہ خاں سے کسی بات پر ناراض ہوئے عنایت اللہ خاں سید صاحبؒ کے قدیم رفقاء میں سے تھے، اور ان کو سید صاحبؒ کے ہاں خاص منزلت حاصل تھی، شیخ عنایت اللہ میں بھی کچھ زائد تیزی آگئی اور بات بڑھی تو انھوں نے لاہوری کو ایک ایسا گھونسا مارا کہ وہ زمین پر گر پڑے اور تکلیف سے کراہنے لگے، جب سید صاحبؒ کو اس کا علم ہوا تو عنایت اللہ خاں کو آپ نے سخت سست کہا، اور بہت ملامت کی اور کہا کہ تم اپنے دل میں یوں جانتے ہو گے کہ ہم سید صاحبؒ کے پرانے رفیق اور ان کے پلنگ کے پاس رہتے ہیں، تم کو یہ خیال

لے "شہرت سید احمد شہیدؒ جلد دوم ۱۳۵ (ماخوذ از وقائع احمدی قلی)

نہیں ہے کہ ہم یہاں اللہ کے واسطے آئے ہیں اور کام ایسے نکلے کرتے ہو، تم سمجھتے ہو کہ لاہوری قاضی مدنی کا سائیس اور کم رو اور حقیر ہے یہی جان کر تم نے اس کو مارا یہ تم نے بڑی زیادتی اور حرکت سیکائی، پہلے سے نزدیک تم اور لاہوری بلکہ سب برابر ہیں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں ہے سب لوگ یہاں خدا کے واسطے آئے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے حافظ صاحب برتھانوی اور شرف الدین بنگالی سے فرمایا کہ ان دونوں کو قاضی بنانا کے پاس لے جاؤ عنایت اللہ کی زیادتی ہے ان سے کہنا کہ اس معاملہ میں کسی کی رور رعایت نہ کریں شرع شریف کے موافق فیصلہ کریں۔

اگلے روز دو تین گھنٹوں میں چلے حافظ صاحب اور شرف الدین، لاہوری اور عنایت اللہ کو لے کر قاضی صاحب کے پاس گئے انہوں نے عنایت اللہ کو بلوی کو سامنے بٹھایا پہلے عنایت اللہ کی طرف مخاطب ہو کر خوب ملامت کی کہ تم نے بہت برا کیا اور تم سر لکے قابل ہو، پھر لاہوری کی طرف توجہ ہو کر فرمایا کہ بھائی صاحب تم بہت نیک بخت اور بے شر آدمی ہو تم سب صاحب ہندوستان اپنا گھر بار چھوڑ کر محض جہاد کی سبیل اللہ کے واسطے آئے ہو کہ اللہ تم سے راضی ہو اور آخرت میں ثواب ملے اور دنیا کا کارخانہ تو چند روز کے لئے ثوابِ خیال کی طرح ہے، سو بات یہ ہے کہ عنایت اللہ تمہارا بھائی ہے اور اس سے شامتِ نفس کے سبب یہ تصور ہو گیا اس نے تم کو مارا تم اگر اس کا تصور مٹا کر دو اور دونوں مل جاؤ تو بہت خوب بات ہے اللہ تمہارے لئے یہاں اس کا اور پانڈے اور جو تم اس کا عوض لوگے تو برابر ہو جاؤ گے جو معاف کرنے میں ثواب ہے، وہ نہ ملے گا، معاف کرنا بھی خدا رسول کا حکم ہے اور عوض لینا بھی، اگر معاف کرنے میں ثواب اور عوض لینے میں اپنے نفس کی خوشی ہے۔

یہ بات سن کر لاہوری نے کہا کہ قاضی صاحب ہم عنایت اللہ کو معاف کر دیں تو ثواب پاویں گے اور جو اپنا عوض لے لیں تو برابر ہو جاویں گے بھلا کسی طرح کا گناہ تو نہیں ہے؟ انہوں نے کہا کچھ گناہ نہیں ہے، دونوں حکم خدا رسول کے ہیں، جو چاہو منظور کرو، لاہوری نے کہا میں تو اپنا حق چاہتا ہوں، قاضی صاحب

نے کچھ دیر سکوت کر کے فرمایا کہ بھائی لاہوری حق تو تمہارا یہی ہے کہ تم بھی عنایت اللہ کو اسی جگہ مارو اور عنایت اللہ کو لاہوری کے سامنے کھڑا کر دیا کہ اپنا حوض لے لو، لاہوری نے کہا حق ہمارا یہی ہے کہ تم بھی اسی جگہ دو گھونٹے ماریں؟ قاضی صاحب نے کہا بے شک یہی بات ہے!

اس وقت جو لوگ موجود تھے، سب کی امیدیں منقطع ہو گئیں اور یقین ہو گیا کہ لاہوری بے حوض لئے نہ چھوڑے گا، لاہوری نے کہا اچھا بھائیو! تم سب گواہ رہو کہ قاضی صاحب نے ہم کو ہمارا حوض دلایا ہم لے سکتے ہیں، مگر ہم نے محض اللہ کی رضا مندی کے لئے چھوڑ دیا، پھر اس نے عنایت اللہ کو اپنے سینے سے نکالیا اور مصافحہ کیا تمام لوگ جو وہاں تھے، لاہوری کو آفریں کرنے لگے اور شاباشی دینے لگے کہ تم نے بڑے دینداروں کا کام کیا!

## قرآن و سنت کی حیات آفرینی

یہ بات خدا اور رسول سے سچی محبت کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی، خدا اور رسول کی محبت محض مطالعہ سے محض غور و فکر اور ذہانت سے تقریریں مقالے سننے سے حاصل نہیں ہو سکتی، یہاں تو تقریریں لگائیں اور مقالات پڑھے گئے، میں ان کا مستتر ہوں، لیکن اگر ہم جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ ان سے محبت پیدا نہیں ہو سکتی، محبت و ایثار پیدا ہونے کے لئے سیرت نبوی کا گہرا مطالعہ ضروری ہے، اس طرح مطالعہ کہ سیرت نبوی غذا بن جائے، مشعل راہ بن جائے، ہمارے پاس قرآن اور سیرت سے زیادہ کوئی طاقت و چیز نہیں۔

آپ حضرات نے میری جو عزت آفرانی کی ہے، اور جس اعتماد و محبت کا اظہار کیا ہے، اور عقابا حاصل طے کر کے میں یہاں آیا ہوں اس کا حق ہے کہ میں آپ کے سامنے اپنے مطالعہ کا پختہ اور اپنے تجربوں کا خلاصہ پیش کر دوں کہ آج ہمارے پاس اسلام کے خزانہ حامہ میں، اسلام کی جھولی میں قرآن مجید اور سیرت نبوی

تلخ سیرت سید احمد شہیدؒ مکہ (۱۵ ماہ خذاز و قاع احمدی قلمی)

زیادہ طاقت و روحی نفس بلکہ حیات آفرین، انقلاب انگیز اور معجزانہ کوئی چیز نہیں ہے، ہم جس چیز پر فخر کر سکتے ہیں، ہمارے پاس طاقت کا جو سب سے بڑا اثر ہے جس سے ہم دلوں کو سخر کر سکتے ہیں، ہم جس سے انسانیتوں کو نفس کی شرارتوں کو جذبات کو مغلوب کر سکتے ہیں جس سے دل کی دنیا بدل سکتی ہے جس سے ہم زمین کی پستی سے آسمان کی بلندی تک پہنچ سکتے ہیں، شیطان کا مقابلہ کر سکتے ہیں وہ اللہ کی کتاب قرآن ہے، قرآن مجید سے آج بھی وہ طاقت اُبل رہی ہے، حیات آفرینی کے چشمے اُبل رہے ہیں اور اُبھر رہے ہیں۔

جو عہد اول میں ابلے اور پھیلے، دوسرے درجہ میں سیرت نبوی ہے، میں آپ حضرات سے خواہ آپ کا تعلق کسی بھی طبقہ سے ہو پُر زور اپیل کروں گا کہ زیادہ سے زیادہ تعلق اور وابستگی اولاً قرآن مجید سے، اس کے بعد سیرت نبوی سے رکھیں، سیرت نبوی میں آج بھی ایک نئی امت پیدا کرنے کی صلاحیت ہے، سیرت نبوی آج بھی دنیا میں ایک نیا انقلاب لانے کی طاقت رکھتی ہے، سیرت نبوی میں وہ واقعات ملیں گے جو ہم کو خود فراموش بنا دیں اور ہمارے اندر ایک نیا جذبہ پیدا کر دیں۔

## نفسانیت اسبے بڑا المیہ

تاریخ اسلام کا سب سے بڑا المیہ نفسانیت کا کھیل ہے جو ہمیشہ اپنا نامناشہ دکھاتا رہا، ہم نے کبھی اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی، تاریخ عالم اور تاریخ اسلام پر نظر رکھنے والے ایک طالب علم کی یہ بات سن لیجئے اور اس کو اپنے دلوں اور دماغوں میں امانت رکھ لیجئے کہ ہم نے کبھی اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی ہے، ہم نے اپنے اندرونی اختلافات سے شکست کھائی ہے، اسی نفسانیت کی بدولت ہم نے سلطنتیں کھوئی ہیں، ہمارے ملکوں کے چراغ گل ہو گئے ہیں اور اسلام بعض اوقات پورے پورے ملکوں سے خارج کر دیا گیا ہے۔

اس کی میں صرف ایک مثال دوں گا، وہ مثال اسپین کی ہے، اسپین سے اسلام کو نکالنے

والی سب سے بڑی طاقت نفسانیت اور باہمی خانہ جنگی تھی۔

میں اسے تسلیم نہیں کرتا کہ تمام عیسائی طاقت نے اندس سے اسلام اور مسلمانوں کو نکالا اور ان کا چراغ گل کر دیا، اس میں بہت کچھ دخل تھا، شمالی عربوں، حجازیوں اور یمنی عربوں کی باہمی آویزش اور داخلی نزاعات کا جو عرصہ سے چل رہے تھے، یعنی اور حجازی، ربیعہ اور مضر کی باہمی جنگ سے یہ نوبت آئی کہ اسلام اسپین سے آخری طور پر نکال دیا گیا اور یہ ملک اقبال کے الفاظ میں اذانوں سے محروم ہو گیا ہے

دیدہ انجم میں ہے تیری زمیں آسماں

آہ کہ صدیوں سے ہے تیری فضا بے اذان

یہی داستان اکثر اسلامی ملکوں کی ہے، برصغیر ہند میں مخلوں کا شیرازہ کھیرنے والی مسلمانوں کو اقتدار سے محروم کرنے والی اور ان کی طاقت کا چراغ گل کر دینے والی چیز ہی نفسانیت تھی۔

## اسلام کے فروغ کو مقصد بنائیے

نفسانیت کا مرض محض نصیحتوں سے، مقالات سے، سیمینار سے اور علمی بحث و مباحثہ سے دور نہیں ہو سکتا، کوئی بھی چیز ہمیشہ اپنے سے زائد طاقت ور چیز سے مغلوب ہوا کرتی ہے، آگ کو اگر بجھانا ہے تو پانی ڈالئے، اگر کسی چیز کو گرم کرنا ہے تو آگ جلائیے، باتوں سے نفسانیت دور نہیں ہوگی۔ اور ہمارے درمیان اتحاد، باہمی ربط و محبت نہیں ہوگا، جب اسلام کے فروغ پر ذاتی فروغ، قبائلی فروغ اور جماعتی فروغ کو ترجیح دی جائے گی، تو وہی ہونا کتنا عجیب نکلیں گے جس کا تجربہ ہندوستانی مسلمان کر چکے ہیں۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دامن گیر ہوں گے

میں نے یورپ میں بار بار یہ بات کہی ہے کہ دوستو! تمہارے سامنے بہت بڑا امتحان ہے، قیامت کے دن تمہارا دامن ہوگا، اور رسول اللہ کا ہاتھ ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پوچھیں گے اور خدا تم سے یہ محاسبہ کرے گا کہ ہم نے ایک بہت بڑا میدان دیا تھا، جہاں تم اسیاے اسلام اور دعوت اسلامی کا جھنڈا بلند کر سکتے تھے اور دنیا کے فاتحوں کو اپنا مفتوح بنا سکتے تھے، لیکن تم آپس میں لڑ مرے، تم باہمی نزاعات، میز و کرسی کی جنگ اور اقتدار و عہدوں کی رس کشی میں مبتلا ہوئے تو بتائیے اس روز ہم کیا جواب دے سکیں گے؟

حضرات! محبت کا سرچشمہ ہمارے دل میں ہے، خارج میں نہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت کے بغیر کسی خارجی چیز سے باہمی الفت و محبت نہیں پیدا کی جاسکتی، اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کا ذریعہ نماز پڑھنا، آنسو بہانا، دعا کرنا، راتوں کو اٹھ کر اپنے رب کے حضور اپنے بھائیوں کے اعلیٰ مراتب کی دعا کرنا اور یہ کہنا کہ۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا  
بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ  
آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ

اے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے

جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما

اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ

(و حسد) نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے پروردگار

تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

اسلام کے مفاد کو، اسلام کی مصلحت کو ہر مفاد اور ہر مصلحت پر ترجیح دیجئے۔

## اہل اللہ کا عمل

شہیدم کہ مردانِ راہِ خدا      دل دشمنانِ ہم نہ کر دزدِ تنگ  
ترا کے میسر شود این مقام      کہ باد و ستانتِ ظلماتِ است جنگ

لوگوں نے اپنے خون کے پیاسوں اور جانی دشمنوں کو معاف کر دیا ہے، میں ایک واقعہ آپ کو  
سناتا ہوں کہ ایک بڑے بزرگ پر کسی کوشبہ ہو گیا کہ انھوں نے اس کے روپے کی تھیلی چرائی ہے اور  
اس نے بلا تحقیق بے تماشہ ان بزرگ کو مارنا شروع کر دیا، جب لوگوں کو خبر ہوئی تو انھوں نے  
بیچ بچاؤ کیا، اور مارنے والے کو ملامت کی کہ تو کس کو مار رہا ہے، یہ تو اولیاء اللہ میں سے ہیں، وہ شخص  
بہت شرمندہ ہوا اور معافی مانگی کہ خدا کے لئے مجھے معاف کر دیجئے، ان بزرگ نے جواب دیا کہ میرے  
بھائی معافی کا کیا سوال ہے؟ جب تم مجھے مار رہے تھے تو میں خدا سے یہ دعا کر رہا تھا کہ خدا یا!  
تو نے اگر فیصلہ کیا ہے کہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں تو اس وقت تک جنت میں قدم نہ رکھوں گا  
جب تک تو اس مارنے والے کو میرے ساتھ جنت میں داخل نہ کرے، میں تو یہ دعا کر رہا تھا،  
پھر جانیکہ مجھے تجھ سے کوئی شکایت ہو:

## اصل سرسرتینہ

حضرات! ہمارے سامنے یہ نمونہ ہونا چاہئے، یہ مثالیں ہمیں سیرتِ نبویؐ، حالاتِ صحابہؓ  
میں ملیں گی، سیرتِ نبویؐ کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کیجئے، آپ ﷺ کی اس مبارک کانفرنس  
سے یہ پیام لے کر جائیں کہ اب ہمیں سیرتِ نبویؐ کو اپنا رفیق بنانا ہے، ہمیں اس سے رہنمائی  
حاصل کرنا ہے، آپ صحابہؓ کرام کے حالات کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کریں، اپنی نمازوں کو

درست کریں، خدا کے بندے ہیں، اگر خدا کے ساتھ ہم نے تعلق درست نہیں کیا، اگر خدا کے ساتھ ہمارے دل کا رشتہ استوار نہیں ہوا، خدا کی محبت اگر ہماری رگ و پے میں سرایت نہ کر گئی، اگر خدا کو ہم نے راضی نہیں کیا تو آپ یقین مانئے کہ خدا کے بندوں سے کبھی ہمارا دل نہیں مل سکتا، ہم کبھی ایسا راور قربانی کے قابل نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ اسلام میں ہر چیز کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی سچی محبت ہے۔



# خواتین اسلام کی خدمت میں

[۱۹ جون ۱۹۷۷ء کو مسلم کمیونٹی سنٹرل شاہ گامین خواتین کے سینار میں خطاب]

## اسلامی معاشرت

خواتین اور برادران! میں اس عزت افزائی کے لئے بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اس مجلس میں یاد کیا اور ایک اہم اور نازک موضوع پر جو پوری زندگی سے تعلق رکھتا ہے، اظہار خیال کا موقع دیا، میں اس کے لئے بھی شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری خاطر اس پروگرام میں ترمیم گوارا کر لی، یہ آپ کی شرافت اور فحش اخلاقی ہے، میں قرآن مجید کی ایک آیت پڑھوں گا اور بتاؤں گا کہ اسلام، معاشرے کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے؟ اور اس کا تصور کیا ہے؟ اور وہ اس بارے میں کتنا حقیقت پسند واقع ہوا ہے۔

یہ آیت سورہ نسا کی ہے، سورہ نسا کا نام ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام نے طبقہ انسانی کو اور جنس لطیف کو کیا مقام دیا ہے، سورہ نسا کی پہلی آیت ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ الَّذِي  
خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ  
لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِيُذَكِّرَكُمْ  
لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا وَأَلَّا تَحْبَبُوا  
إِلَىٰ حَتَمِكُمْ وَأَلَّا تَكُونُوا كَالْعِزَّةِ  
الَّتِي كَفَرَتْ بِآيَاتِنَا وَأَنكِحَتِ  
بَنَاتَهَا بِأَنْفُسِهَا وَأَنَّهَا كَانَتْ  
تَكْفُرًا كَبِيرًا

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو

ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی آدم) اس سے

وَمَا رَدَّ فِعْهَا وَبَيْتٌ مِنْهُمَا رَجُلًا كَثِيرًا  
 وَمِنْ نِسَاءِهِمْ مَا نَسُوا اللَّهُ الَّذِي نَسَاؤُهُمْ  
 بِهِمُ وَاللَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ  
 رَقِيبًا

اس کا جو ٹلنا یا پھر ان دونوں سے کثرت سے  
 مرد و عورت (میداکر کے روئے زمین پر پھیلنا  
 اور خدا سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت براری  
 کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو اور (قطع مودت)  
 ارحام سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ خدا تمہیں دیکھ  
 رہا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ طبقہ انات کے متعلق اسلام کے تصور اور مرد و عورت کی باہمی ذمہ داری اور تعلقاً  
 کی نوعیت پر یہ آیت پوری روشنی ڈالتی ہے، پہلے تو اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ ان دو  
 طبقوں کی خلقت ایک ہی طرح ہوئی ہے، اور ان دونوں کی قسمت ایک دوسرے سے ایسی وابستہ ہے  
 گویا ایک جسم کے دو حصہ ہوں، مرد و عورت کی جسمانی ساخت میں معمولی تبدیلی اس وجہ سے ہے کہ  
 دونوں زندگی کا سفر خوشگوار سی سے طے کر سکیں۔

پہلے تو ان دونوں طبقوں کا وجود نفس واحدہ سے ہے پھر اس نفس واحدہ کو دو حصوں میں تقسیم  
 کر دیا گیا، اس تقسیم کے باوجود ان میں کوئی تضاد کوئی بیز نہیں بلکہ وہ جا کر ایک ہی نقطہ پر جمع ہو جاتے ہیں  
 اس دنیا میں سفر کرنے والے انسان کو ہم سفر اس کی جنس سے دیا گیا ہے اور وہ اسی کے جسم کا حصہ ہے پھر  
 اس کے بعد ان دونوں سے نسل انسانی کی آفرینش اور افزائش ہوئی، اللہ تعالیٰ نے دونوں کی رفقا  
 محبت اور ہم سفری میں بڑی برکت عطا فرمائی کہ جو دو تھے ان سے ہزاروں ہوئے اور ہزاروں لاکھوں  
 کروڑوں ہوئے یہاں تک کہ صحیح تعداد کا شمار کمپیوٹر بھی نہیں دگا سکتا کہ کتنے انسان پیدا ہوئے؟  
 اس کو صرف خدا جانتا ہے، "کَثِيرًا" کے لفظ سے خدا نے ان کی کثرت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

## سائل بھی اور مسؤل بھی

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس خدا سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔  
قرآن مجید میں انقلابی طور پر یہ تصویر پہلی مرتبہ پیش کیا گیا ہے کہ انسانی سو سائٹی کا ہر فرد ایک دوسرے کا  
محتاج ہے ہر ایک سائل ہے اور ہر ایک مسؤل ہے، پھر تقسیم اس طرح نہیں کہ سائلین ایک طرف ہیں اور  
مسؤلین دوسری طرف بلکہ جو سائل ہے وہ مسؤل بھی ہے اور جو مسؤل ہے وہ سائل بھی ہے "سائل" (مشرک سوال و جواب) ایک ایسی زنجیر ہے جس میں ہر ایک بندھا ہوا ہے، ہماری تمدنی زندگی ایک  
جال ہے جس میں ہر ایک دوسرے کا ضرورت مند ہے۔

مرد و عورت کے بغیر اپنا قدرتی اور فطری سفر خوشگوار طریقہ سے طے نہیں کر سکتا اور کوئی شریف  
خاتون رفیق حیات کے بغیر خوشگوار طریقہ سے زندگی گزار سکتی، اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو دوسرے  
کا ایسا سائل اور محتاج بنا دیا ہے کہ اس کے بغیر زندگی نہیں گذر سکتی۔

## خدا کا نام بریگانوں کو یگانہ بناتا ہے

پھر یہ بھی فرمایا گیا کہ سوال جس کے نام پر تم کرتے ہو وہ خدا ہے، اسلامی معاشرہ خدا کے عقیدے  
خدا کی عظمت، خدا کی قدرت اور خدا کی وحدت کے عقیدے پر وجود میں آتا ہے ایک مسلمان مرد کی  
مسلمان خاتون سے ہم سفری اور رفاقت جب جائز ہوتی ہے جب وہ خدا کا نام سچ میں لائیں خدا کا  
نام ہی بریگانوں کو یگانہ بناتا ہے، دور کو نزدیک کرتا ہے، غیروں کو اپنا بناتا ہے اور جن کی پرچھائیں بھی  
پڑنا گوارا نہ تھیں، ان کو ایسا قریب اور عزیز بنا دیا جاتا ہے کہ ان کے بغیر زندگی کا صحیح تصور بھی نہیں  
ہو سکتا، وہ ایک دوسرے کے رفیق حیات اور ذمہ دار بن جاتے ہیں، شوہر اور بیوی کا تعلق ایسی

محبت و اعتماد کا تعلق ہے کہ بعض اوقات وہ والدین کے تعلق سے بھی بڑھ جاتا ہے، جو بے تکلفی، جواہر  
 جو الفت، جو مادگی، جو فطرت ان کے درمیان ہوتی ہے کسی اور رشتہ میں اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا  
 یہ سب بشر کے نام کا کرشمہ ہے، خدا کا نام بیچ میں آتا ہے تو ایک نئی دنیا وجود میں آجاتی ہے، کل تک جو  
 غیر تھا، یا غیر تھی، وہ اپنوں سے بھی زیادہ بڑھ کر اپنا بن جاتی ہے ایک مسلمان مرد یا ایک مسلمان عورت،  
 ایک دوسرے کے ساتھ جے نکلتے ہو سکتے، ایک دوسرے کے ساتھ بعض اوقات سفر بھی نہیں  
 کر سکتے، ایک دوسرے کے لئے ناخرم ہیں، لیکن جب خدا کا نام بیچ میں آجاتا ہے، تو ایک مقدس رشتہ قائم ہو جاتا  
 یہ قرآنی معجزہ ہے کہ تشاء دون ہم، کہہ کر معاشرہ انسانی کا باہمی ارتباط، پیوستگی، وابستگی اور  
 ہر ایک کا ایک دوسرے کے ساتھ جڑا ہونا ایسا بیان کر دیا کہ کوئی بڑے سے بڑا مشور اور بڑے سے بڑا  
 چارٹر بھی اس کو بیان نہیں کر سکتا، فلسفہ، اجتماع و عمرانیات (سوشیالوجی) کی بڑی ضخیم کتاب بھی اس کو  
 نہیں بیان کر سکتی۔

پھر یہ فرمایا کہ جس کا نام بیچ میں لاکر حرام کو حلال کرتے ہو، ناجائز کو جائز کرتے ہو اور اپنی  
 زندگی میں انقلاب عظیم لاتے ہو، اس پاک اور بڑے نام کی لاج بھی رکھنی چاہئے، ازوجین کے گہرے  
 اور محکم تعلق کو قرآن مجید نے ایک دوسرے انداز میں بھی بیان کیا ہے، فرمایا "هُنَّ بِنَاتُی لَكُمْ وَ اَنْتُمْ  
 بِنَاتُی لَهَا" تم ایک دوسرے کا لباس بن جاتے ہو، یہی قرآن مجید کا ایک معجزہ ہے کہ اس کے لئے  
 لباس کا لفظ استعمال کیا، جو ستر پوشی اور زینت زندگی کی اہم ضرورت ہے، لباس کے لفظ میں وہ سب  
 کچھ آگیا جو زوجین کے باہمی تعلق و اعتماد کے متعلق زیادہ سے زیادہ کہا جاسکتا ہے، تم ان کے لئے  
 لباس ہو اور وہ تمہارے لئے لباس ہیں، لباس کے بغیر جس طرح انسان حیوانیت سے قریب تر نظر آتا  
 ہے، ایک مہرالی مخلوق نظر آتا ہے، ویسے ہی ازدواجی زندگی کے بغیر انسان غیر متدن نظر آتا ہے،  
 اس کو غیر متدن اور غیر مہذب سمجھنا چاہئے۔

## ازدواجی زندگی ایک عبادت

اسلام میں ازدواجی تعلق کو زندگی کی ایک ضرورت کی حیثیت سے نہیں دیکھا گیا، بلکہ اس کو ایک عبادت کا درجہ دیا گیا، جس سے آدمی خدا کے قریب ہوتا ہے، یعنی ہمارے یہاں ازدواجی تعلق کا عقد نکاح کا تصور یہ نہیں کہ زندگی کی ضرورت کے تحت یہ کرنا ہی تھا، اور اس کے بغیر زندگی کا تلمذ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اس کو دینی رنگ دیا گیا، اس کو عبادت قرار دیا گیا، اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اس کا سب سے بڑا نمونہ پیش کیا، اور آپ نے فرمایا کہ تم میں سب سے زیادہ بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے سب سے زیادہ بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم سب سے بہتر ہوں، چنانچہ آپ اگر سیرت نبویؐ کا مطالعہ کریں تو آپ کو نظر آئے گا کہ آپ کے اندر صفت نازک کا جو احترام، اس کے جذبات اور لطیف احساسات کا شعور اور ان کا لحاظ تھا وہ طبقہ انسانوں کے بڑے بڑے وکیل اور عورت کے امرا کے بڑے بڑے مدعی کے یہاں نہیں ملتا، اسی طرح سے وہ بڑے بڑے مقدس لوگوں، ریشیوں، فنیوں یہاں تک کہ دوسرے پیغمبروں کی زندگی میں ملنا مشکل ہے، ازواجِ مطہرات کی دیکھو، ان کی جائز تفریحات میں شرکت ان کے جذبات کا خیال اور ان کے درمیان عدل فرماتے تھے، اس کی نظیر نہیں ملتی۔

انھیں کے ساتھ نہیں بلکہ بچوں کے ساتھ بھی آپ اس طرح پیش آتے تھے کہ نماز جیسی محبوب ترین چیز میں بھی آپ محض اس وجہ سے اختصار فرمادیتے تھے کہ کسی ماں کو تکلیف نہ ہو اگر کوئی بچہ روتا تھا تو آپ نماز میں اختصار فرماتے تھے، یہ انتہائی قربانی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو نماز سے بڑھ کر کوئی چیز تھی ہی نہیں، اس سے بڑھ کر کوئی قربانی نہیں ہو سکتی تھی، آپ فرماتے تھے، بعض مرتبہ میں چاہتا ہوں کہ لمبی نماز پڑھوں لیکن جب کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو مجھے

خیال ہوتا ہے کہ ہمیں اس کی ماں کا دل نہ لگا ہو اس کی ماں کا دل نہ گھبرائے اس لئے نماز کو مختصر کر دیتا

ہوں۔

## مغربی تہذیب کا زوال شروع ہو گیا

ہمارے سامنے یہ نمونے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نام کو تم پیچ میں لائے اس کی شرم بھی رکھنا  
یہ نہیں کہ اس سے فائدہ ہی فائدہ اٹھاؤ یہ حکم عورتوں اور مردوں دونوں کے لئے ہے، آپ یہاں امر مین  
سوسائٹی میں ہیں، یہاں ہیں صرف اسلام کے عقائد ہی پیش کرنا نہیں ہیں بلکہ اسلام کا خاندانی نظام  
معاشرت بھی پیش کرنا ہے، مغربی تہذیب آج تیزی کے ساتھ زوال کی طرف جا رہی ہے آپ کو بھی اس کا  
ہو گا کہ مغربی تہذیب کا زوال شروع ہو گیا ہے، یہ کوئی ڈھکی چھپی حقیقت نہیں ہے اس کا ایک بہت بڑا  
سبب یہ ہے کہ یہاں کے خاندانی نظام میں ایک ابتری پیدا ہو گئی، خاندانی نظام ٹوٹ رہا ہے، اس میں  
انتشار ہے، شوہر و بیوی میں جو اعتماد اور جو محبت ہونی چاہئے، روز بروز اس میں کمی آرہی ہے، اور اس  
وقت کے مفکر و فلاسفر پریشان ہیں اور کہتا ہیں لکھی جا رہی ہیں کہ مغرب کے معاشرتی نظام کو ٹوٹنے سے،  
بکھرنے سے کس طرح بچایا جائے، طرفین میں محبت و الفت ہونی چاہئے جو زندگی کی حقیقی لذت ہے اس  
میں فقر و فاقہ بھی ہوتا ہے تو وہ خوش دلی کے ساتھ برداشت کر لیا جاتا ہے، ابھی ہمارے مشرقی ممالک  
میں بہت سے ایسے خاندان ہیں کہ وہاں کھانے کو مشکل سے ملتا ہے، لیکن ان کو جنت کا مزہ آتا ہے، کیوں کہ  
آپس میں محبت ہے، وہ ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر اپنا فقر و فاقہ اور اپنی تکلیف بھول جاتے ہیں یہاں  
سب کچھ ہے، تاہم وسائل کا قدموں پر ڈھیر لگ گیا ہے، اور کائنات کی بہت سی طاقتوں کو انھوں نے سخر  
کر لیا ہے، لیکن وہ اپنے دل کی دنیا کو اور اپنے گھر کو جنت میں تبدیل نہیں کر سکتے جیسا کہ اقبال نے کہا ہے کہ  
ڈھونڈھنے والا ستاروں کی گذرگا ہوں کا اپنے انکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

## سکون کی تلاش

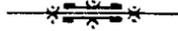
جس نے سورج کی شعاعوں کو اپنی ٹھھی میں لے لیا ہے زندگی کی تاریک رات کو صبح میں تبدیل نہیں کر سکا، اور ستاروں کی گزرگاہوں کا تلاش کرنے والا، اگر اقبال ہوتے تو کہتے کہ چاند تک پہنچنے والا مغربی انسان اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا، اپنے گھر کو گلدستہ اور جنت کا نمونہ بنا سکا، جس نے دنیا کو جنت کا نمونہ بنانے کی کوشش کی اس کا گھر جہنم بنا ہوا ہے، بہت سے امریکی اور یورپین خاندان ایسے ہیں کہ ان کے گھر میں سکون کا کوئی سامان نہیں، اسی لئے ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ وہ باہر کی تفریحات اور کلب میں سکون تلاش کرتے ہیں، کیونکہ سکون ان کے گھروں میں نہیں ہے، اگر ان کو محسوس نہیں ہوتا کہ وہ دنیاوی جنت میں پہنچ گئے، بلکہ وہ گھر کی زندگی سے بھاگتے ہیں۔

## احتیاج اور احترام

میں سمجھتا ہوں جو یہاں دس دس برس، بیس بیس برس سے زندگی گزار رہے ہیں، وہ مجھ سے زائد اس ایسے اور اس کمزور پہلو سے واقف ہیں، مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں بہر حال اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسلامی معاشرت کا ایک بنیادی تصور دیا ہے کہ معاشرہ ایک دوسرے کی احتیاج اور احترام پر قائم ہے، ضرورت تو سب کو ہوتی ہے، لیکن ضرورت کا محسوس کرنا اور جس سے وہ ضرورت پوری ہو اس کا احسان ماننا، ایگ ذہنی کیفیت ہے، یہ ذہنی کیفیت اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے کہ ہمیں ہر فرد اپنے کو دوسرے کا محتاج سمجھے اور اپنی اس احتیاج کو تسلیم کرے اور دوسرے کا احترام کرے، اگر یہ تصور پورے طور سے تسلیم کر لیا جائے اور ذہن میں اتر جائے تو اس کے بعد کوئی گمراہ باقی نہیں رہتی۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ خدا آپ کی صحیح رہنمائی فرمائے اور آپ اس ملک میں اسلامی زندگی

اور اسلامی معاشرت کا ایسا نمونہ پیش کریں جو یہاں کی سوسائٹی کے لئے جو زندگی سے عاجز آچکی ہے، دلکش ثابت ہو اور وہ اسلام کے معاشرتی احکام اور اس کے باہمی تعلقات کا بھی بھجیدگی سے مطالعہ کریں اور اپنے لئے اس کو ترجیح دیں اور ان میں اس کا جذبہ پیدا ہو کہ کاش ہم کو بھی یہ نعمت حاصل ہوتی۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ نہ صرف اس ملک کی بہت بڑی خدمت انجام دیں گی بلکہ اسلام کی بھی بہت بڑی خدمت انجام دیں گی اور یہ اسلام کی ایک عظیم تبلیغ و دعوت ہوگی۔

میں ان لفظوں کے ساتھ آپ سے رخصت ہوتا ہوں، اور دعا کرتا ہوں کہ آپ کا یہ سہارا اور مجلس مذاکرہ اچھے فیصلوں اور نتائج تک پہنچے۔



# ہر ترقی پر ایمان کی سلامتی کو ترجیح دیجئے

سلف صالحین کی خدمات کا اعتراف کیجئے اور ان سے حسن ظن رکھئے

رضعت ہونے والے مسافر کے مشورے اور گناہیں

[یہ تقریر ۲۰ جون ۱۹۶۶ء کو مسلم کمیونٹی سنٹر (M.C.C) ٹینکاگو (امریکا) میں کی گئی، اس

موقع پر امریکہ میں اسلامی تنظیمات اور اداروں کے کارکن بڑی تعداد میں موجود تھے چونکہ یہ دورہ امریکہ

کا آخری تقریر تھی اور یہ امید نہیں تھی کہ اس کے بعد مقرر کو اتنی بڑی تعداد میں دینی و تعلیمی کاموں

سے دلچسپی رکھنے والے ذمہ دار اصحاب سے خطاب کرنے کا موقع ملے گا، اس لئے کوشش کی گئی کہ

اس تقریر میں اپنے مطالعہ اور تجربہ کا حاصل اور مخلصانہ مشورے اور گناہیں پیش کر دی جائیں]

نہ مبالغہ نہ تواضع

میرے عزیز بھائیو! اور بہنو!

تین ہفتے ہو رہے ہیں کہ میں شمالی امریکہ اور کنیڈا کے دورے پر ہوں، اس عرصے میں درجنوں تقریریں

اردو اور عربی میں ہوئیں، تقریریں تو تقریروں کی طرح ہوتی ہیں، ان میں خطابت کا عنصر بھی تھا اور مضامین

کا اعادہ اور تکرار بھی، لیکن آج کی اس مجلس کی اور میری تقریر کی نوعیت، اس سے مختلف ہے، میں آج

تقریر نہیں کروں گا، بلکہ باتیں کروں گا، باتیں بھی ایسی جیسے ایک خاندان کا فرد اپنے خاندان کے دوسرے

عزیزوں سے ملنے کے بعد کچھ تاثرات و تجربات بیان کرتا ہے، اس نشست میں چند لمبی باتیں اور ذاتی تجربات (POINT BY POINT) پیش کروں گا، میری درخواست ہے کہ آپ انھیں اپنی ڈائری میں قلم بند کریں، یا یادداشت میں محفوظ کر لیں، میں اس گفتگو میں نہ بالآخر سے کام لوں گا نہ تو اس سے ذکھہ حاشیہ آرائی کروں گا اور نہ خواہ مخواہ خاکساری برتوں گا۔

اس سفر میں مختلف مقامات پر افراد اور جماعتوں کے کارکنوں سے ملنے کے بعد میرے ذہن نے چند باتیں نوٹ کی ہیں اور کوئی تعجب نہیں کہ یہ سفر جس کا سہرا M.S.A. اور ہائے نیک نگلیں بھائیوں کے سر ہے، جو دو تین سال سے مجھے یاد کر رہے تھے، یہ باتیں اس سفر کا سرمایہ اور قیمتی تحفہ ہیں، میں بھی اللہ سے دعا کرتا ہوں اور آپ بھی کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی زبان سے ایسی باتیں کہلوائے جو بہت دنوں تک آپ کو کام دیں اور میرے اس سفر کو بھی وصول کرادیں، کیوں کہ میں بہت ڈرتا ہوں کہ میں نے اس سفر کا حق ادا کیا یا نہیں؟ میں اتنا لبا فاصلے کر کے آیا اور سفر کے سلسلہ میں جو ضروری انتظامات اور لوازمات ہوتے ہیں، وہ سب ہوئے، کہیں مجھ سے خد کے یہاں سوال نہ ہو، ہو سکتا ہے کہ مجھ سے اس سفر میں بہت سی غلطیاں اور کوتاہیاں ہوئی ہوں، میں بالکل اس معیار پر قائم نہ رہ سکا جس پر مجھے قائم رہنا چاہئے تھا، شاید آج کی بات چیت سے اس کے کچھ لحاظ کی صورت پیدا ہو جائے، خدا کرے کہ یہ باتیں آپ کو یاد بھی رہیں، کیوں کہ باتیں بہت کی جاتی ہیں، ہر تقریر کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ بھی ہوتا ہے، اور اکثر کاغذ کی باتیں بھلا دی جاتی ہیں، یہ بھی ہوتا ہے کہ تقریر کی تقریر کے دوران ہی ذہن سوال مچھوٹے لگتا ہے کہ اس پر ہم کیا سوال کریں، میری درخواست ہے کہ جس وقت تک میں آپ سے باتیں کروں اس وقت تک آپ اپنے ذہن کو سوال بنانے میں مشغول نہ ہونے دیں۔

سب سے بڑا خسارہ ہے

پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ اس بات کی بھرپور کوشش کریں گے کہ آپ کے پاس اسلام کا

جو سرمایہ ہے، وہ کھونے نہ پائے، اگر آپ کو ذرا سا تصور آجائے کہ دنیا کی زندگی کتنی مختصر ہے اور آنے والی زندگی کتنی طویل ہوگی اور آخرت میں کن مراحل سے گزرنا پڑے گا تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ آپ کا شدت پریشانی میں دم نکل جائے اگر ہم نے اس ملک میں سب کچھ کیا لیکن آخرت کے استحضار اور خدا کے خوف کی یہ کمائی نٹادی تو ہم سے بڑھ کر کوئی بد نصیب نہ ہوگا، میں ایک حقیقت پسند انسان کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ خدا کی قسم دلنے والے کا محتاج ہونا اس سے کہیں بہتر تھا کہ ہم اپنے آپ کو اس خطرے میں ڈالیں اور اپنی اولاد کے دینی مستقبل کو داؤں پر لگائیں، سب کچھ ملا اور ہم اپنے ایمان کی دولت کھو بیٹھے تو یہ سب سے بڑا خسارہ ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص میں تین باتیں ہوں گی اس کا ایمان مکمل ہوگا، ان میں سے ایک یہ کہ اس تصور سے کہ کفر کی طروت واپس جاسکتا ہے اس پر ایسی دہشت طاری ہو، کہ جیسے کوئی کسی کو پکڑ کر آگ میں ڈالنے لگے۔

ہم ان آیتوں کے مصداق نہ ہوں کہ۔

ہم تمہیں بتائیں کہ وہ لوگ کون ہیں جو اپنے مولک	قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ
عبارے سے بڑے نقصان میں رہنے والے ہیں،	أَعْمَاءَ اللَّهِ الَّذِينَ صَلَّاهُمْ فِي
یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی ساری کوششیں دنیا کی	الْعِوَابِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ
زندگی میں جھٹک کر رہ گئی اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ	يُنْسِفُونَ صُنْعَهُ

وہ بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔

اس میں بڑی عبرت کی چیز یہی ہے کہ وہ بیچارے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بہت اچھا کام کر رہے ہیں، مجھے یہ ڈر ہے کہ یہ آیت ہم لوگوں پر منطبق نہ ہوتی ہو! بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جو غلط کام کرتے ہیں،

اور سمجھتے ہیں کہ غلط کام کر رہے ہیں، لیکن موجودہ تہذیب کی خصوصیت یہ ہے کہ آدمی یہ نہیں سمجھتا کہ وہ غلط کام کر رہا ہے، اپنے عمل پر وہ مطمئن ہوتا ہے کہ وہ اچھا — کر رہا ہے، مثلاً کوئی ہندوستان، پاکستان میں اپنے کسی دوست سے پوچھے کہ تمہارے بھائی کہاں ہیں، اور کیا کر رہے ہیں تو وہ کہے، ماشاء اللہ وہ امریکہ میں ہیں اور دونوں ہاتھوں سے دولت لوٹ رہے ہیں، امریکہ میں ان کو اتنے سوڈا لڑکتے ہیں یہ تو وہاں کہا جاتا ہوگا، اور ہم یہاں کہتے ہیں کہ ہم تو بڑے اچھے رہے، حیدرآباد، یوپی، بہار، لاہور اور کراچی میں ہوتے، تو کیا کلمتے؟ ہم کو تو یہاں وہ مل رہا ہے، جو وہاں گورنر اور مسٹر کو بھی نہیں ملتا، یَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّجْتَسِمُونَ صُنْعًا“

پہلی بات تو یہ کہنا ہے کہ اس سے ڈریئے اور ہر ترقی ہر خوشحالی پر ایمان کی سلامتی کو ترجیح دیجیے کہ ایمان یہاں سے سلامت چلا جائے کہ حشر کے دن ایمان کی حالت میں انھیں، میں تو کہتا ہوں کہ جو آدمی امریکہ میں رہتے ہوئے ایمان سلامت لے جائے گا اور حشر کے دن ایمان کے ساتھ اٹھے گا شاید اس کا اجر اس سے بڑا ہو جو عرب کی سرزمین میں ایمان کے ساتھ اٹھے، کیونکہ اس نے اپنی شیخ ایمان کی حفاظت کندھیوں کے طوفان میں کی، حدیث میں آتا ہے، آپ نے فرمایا، میرے کچھ بھائی ایسے ہوں گے جو ایمان پر قائم رہیں گے، اور دین کی پابندی کریں گے، صحابہ کرام نے کہا یا رسول اللہ! تم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا تم تو میرے ساتھ ہی ہو، لیکن میرے بھائی وہ ہیں، جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں وہ بہت بعد میں آئیں گے انھیں ایمان بالغیب ہوگا۔

## امریکہ میں ولایت کا درجہ

اس میں بالکل مبالغہ نہیں کہ آپ حضرات امریکہ میں ولایت کا اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ حاصل کر سکتے ہیں اور اللہ کو آپ کا عمل کہیں زیادہ عزیز ہوگا، جب کچھ کہیں دور چلا جاتا ہے تو ماں کا دل اس میں زیادہ

اٹھا رہتا ہے اور وہ دعا کرتی ہے کہ میرا بچہ پر دس میں ہے اللہ اس کی حفاظت کرے آپ اسلام کے وہ فرزند ہیں جو کرا اسلام سے بہت دور عالم مسافت اور کفرِ نادیت کے زرخ میں ہیں آپ پر اللہ کی نظر زیادہ ہوگی آپ خدا کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہوں۔

ایمان کو ہر حال میں ترجیح دیجئے فقر و فاقہ کی حالت میں ایمان لاکھ درجے بہتر ہے، اس دولت و سلطنت سے جو ایمان کے بغیر ہو، ماشاء اللہ آپ سب ذہین اور تعلیم یافتہ ہیں، اگر آپ کو ذرا خطرہ محسوس ہو کہ یہاں ایمان کا خطرہ ہے تو چاہئے آپ کو اپنے وطن یا جہاں دین و ایمان کی حفاظت کا اطمینان ہو، پیدل جانا پڑے، سب اہل و عیال کو پیدل لے کر چلے جائیں اور فرمان خداوندی۔

وَلَا تَمُوتُوا إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝

اور نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم خدا کے فرمانبردار ہو

ہر عمل کرنے کی ہر حال میں کوشش کیجئے۔  
میں و منٹ کا وقفہ دیتا ہوں تاکہ آپ اس کو ذہن نشین کر لیں۔

## رضائے الہی

دوسری بات یہ کہ اپنی نیت کی تصحیح کرتے ہیں، جو کام کریں وہ رضائے الہی کے واسطے کریں اور کسی جاہ و منصب، عہدہ و غرض کو بیچ میں نہ لائیں، دنیا کا فائدہ تو آپ کو انشاء اللہ آپ کی قابلیت اور محنت کے مطابق ملے گا، لیکن نیت ہمیشہ درست رکھیں تاکہ عمل کا صحیح ثواب ملے حدیث میں آتا ہے۔

(مضور نے فرمایا) تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر۔

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَ لِكُلِّ

ہے اور ہر ایک اپنے عمل میں اتنا ہی حصہ ملے گا

أَمْرٍ مِّمَّا لَوْىٰ فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ

الی اللہ ورسولہ فہجرتہ  
 الی اللہ ورسولہ، ومن کانت  
 ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او امرأۃ  
 یتکسہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ  
 جتنے کی اس نے نیت کی اگر شخص کی ہجرت  
 الشراہد اس کے رسول کے سلسلے میں ہے تو اس کے  
 وہی لے گا، اگر کسی کی ہجرت دنیا حاصل کرنے  
 کے لئے یا نفس کے تقاضے کو پورا کرنے کے لئے ہے  
 مثلاً کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے جو وہاں  
 رہتی ہے تو اس کی ہجرت اس میں محسوب ہوگی۔

اسی لئے وقتاً فوقتاً اپنی نیت کی تصحیح کر لیا کریں، سب کاموں میں نیت الشریکے خوشی اور اسلام  
 اور مسلمانوں کی خدمت کی ہو، انشاء اللہ آپ کو جہاد کا اور بعض مرتبہ شہید کا ثواب ملے گا۔

## دعاء کا وزن

آپ ایمان و اعتساب (خدا کے وعدوں پر یقین اور اس کے اجر و ثواب کے لالچ میں لگا کر) کا اہتمام  
 کریں تاکہ عمل وزنی ہو، خدا کے یہاں وہی عمل وزنی ہوتا ہے، جو ایمان و اعتساب کے ساتھ ہو، رمضان  
 کے متعلق آتا ہے۔

من صام رمضان ایماناً و احتساباً  
 غفرلہ ما تقدم من ذنبہ۔  
 جو رمضان کے روزے اللہ کے وعدوں پر  
 یقین کرتے ہوئے اور اس کے ثواب کی لالچ  
 میں رکھے گا اس کے تمام پچھلے گناہ معاف  
 ہو جائیں گے۔

کوئی پوچھے بھلا کوئی روزہ بھی بد نیتی سے رکھ سکتا ہے؟ مگر بھائیو! ایک ہوتی ہے بد نیتی

لے یہ بخاری شریف کی پہلی حدیث ہے۔

ایک ہوتی ہے بے منتی، میں کہا کرتا ہوں کہ مسلمان بڑیتی کے کم لیکن بے منتی کے زیادہ شکار ہیں، یعنی کسی عمل کے موقع پر سسرے سے خود ہی نہیں کیا کہ یہ عمل رضا کے الہی کی نیت سے کر رہے ہیں یا عادتاً اور وہ اجا، سیکینکل طریقہ پر عمل ہونا کچھ سود مند نہیں۔

## اپنے دل کی بیٹری چارج کرتے رہیں

تیسری بات یہ ہے کہ اپنی طرف سے غافل نہ رہیں، بلکہ اپنے دل کا، اعمال کا، انفس کا محاسبہ کرتے رہیں، خود اپنے متحمن بن جائیں اور اس کو ٹوٹتے رہیں، اس کے لئے میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ سال دو سال کے بعد اپنے ملک کچھ عرصے کے لئے مزدور بن جائیں، وہاں سے رابطہ قائم رکھیں، ہندوستان پاکستان اور بحرین شریفین ہو تو اور زیادہ بہتر ہے، اور وہاں رہ کر اپنے صحافی، ربابی لوگوں کے خدمت میں حاضر ہوں، جو بے غرض ہیں، جن کے پاس بیٹھ کر خدا یاد آتا ہو، ان سے 'تات کریں' یا کسی دینی ماحول میں تھوڑا وقت گذاریں، اگر کہیں رہیں گے تو تعلق بانٹو اور ایسا ہی کیفیات کا سرمایہ خرچ ہوتا جائے گا، جیسے کہ بیٹری برابر استعمال میں رہے تو اس کا سال ختم ہوتا جائے گا اس کو نئے 'سیلس (CELLS)' کی ضرورت ہوگی، اس طرح سے اپنے دلوں کی بیٹری کو بھی ہمیشہ نئے 'سیل' دیتے رہیں، اور تھوڑے تھوڑے وقفے دو برس کے بعد چار برس کے بعد سہی مگر آپ وطن چلے جائیں، ہم نے دیکھا ہے کہ جو لوگ اپنے ملک سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں کچھ اور بات ہوتی ہے، اور وہاں سے جو لوگ منقطع ہو گئے ان میں وہ بات نہیں رہی، انھیں معلوم نہیں کہ دیکھنا کیسا معیار ہے، کیا کیفیات ہیں، محض خانہ پر ہی ہوتی ہے، نماز کی جگہ نماز روزے کی جگہ روزہ کوئی چیز کم نہیں، یہاں بھی کرتے ہیں، مگر ان کو یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ اس میں کتنا فوول پیدا ہو گیا ہے، اس کے اندر کتنا بھراؤ ہے، اور اللہ کے مقبول بندوں کا کیا حال ہے، کیسی ان کی نمازیں ہوتی ہیں، کیسی ان کی جماداتیں ہوتی ہیں، کیا ان کا ذوق ہے۔

دینی ماحول کو پورا دباؤس بھجنا چاہئے ہندوستان پاکستان میں اب بھی خدا کے فضل سے دینی ماحول ہے اور وہاں ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے سے واقعی دل کا رنگ چھوٹتا ہے، یہ بات میں بڑے تجربے کی بتا رہا ہوں، حجاز میں بھی اس کا تجربہ ہوا ہے، جہاں میں برابر جاتا رہتا ہوں، وہاں میں نے دیکھا کہ جن خانہ لڑوں نے ہندوستان سے تعلق رکھا وہ ان خانہ لڑوں سے بہتر ہیں، جنہوں نے حجازی تمدن اختیار کر لیا اور بالکل ہندوستان سے کٹ گئے ظاہر ہے کہ حرمین شریفین تو اصل مرکز ہیں اسلام کے لیکن وہاں بھی مغربی تہذیب کے اثرات پہنچ رہے ہیں، اور دولت کی ریل پیل ہے، وہاں جا کر یہ اطمینان پیدا ہو جاتا ہے کہ ہمارا کیا کہنا ہم تو اہل حرم ہیں، کعبہ کی دیوار کے سایہ میں ہیں تو جو لوگ ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں وہاں آتے جاتے رہتے ہیں، اردو سے تعلق رکھتے ہیں، جس میں وہی کتابیں اور دعوتی رسالے نکلتے ہیں، ہندوستان پاکستان سے علماء آتی ہیں تو وہ اپنے ہاں ٹھہرتے ہیں، ان سے مسائل پوچھتے ہیں، ان کی دینی حالت بہتر ہے، وہ حرم شریف زیادہ جاتے ہیں، عمر زیادہ کرتے ہیں، ان میں مدینہ طیبہ کی حاضری کا زیادہ شوق اور وہاں کا ادب زیادہ پایا جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ الی و امی) کی ذات گرامی سے عاشقانہ تعلق ان میں ہوتا ہے۔

## سلف سے حسن ظن رکھئے

چوتھی بات یہ ہے کہ آپ امر کی ہیں، آپ کو علمی ذوق اور مطالعہ کا شوق بھی ہے، اسلامی لٹریچر پڑھتے ہیں، میں نے دیکھا کہ یہاں اچھی اچھی کتابیں انگریزی اور اردو کی پڑھی جاتی ہیں، اور مسلم ممالک کے مفکرین، علماء اور قائدین یہاں آتے ہیں، اور ان کی تقریریں ہوتی ہیں، ایک بات میں اپنے تجربے کی بنا پر کہتا ہوں کہ آپ سلف صاحبین اور امت کے ان لوگوں سے جنہوں نے اپنے اپنے دائرہ میں دینی دینی کام کیا ہے، بدگمان نہ ہوں یہ بڑے خطرہ کی بات ہے، یہ بات ہمارے ان بھائیوں میں بہت زیادہ پیدا ہوتی جا رہی ہے، جن کا سارا انحصار مطالعہ پر ہے، وہ تنقیدی کتابیں اور مضامین پڑھتے ہیں تو

ان کو ایسا نظر آنے لگتا ہے کہ کسی نے اسلام پر مکمل کام ہی نہیں کیا، ان کتابوں کے اثر سے وہ دینی خدمت کے ناپے کے لئے ایک فیتہ بنا لیتے ہیں جس سے وہ ہر مصلح اور مجدد کو ناپتے ہیں جیسے فوج میں بھرتی ہونے والے رزگروٹ ناپے جلتے ہیں، یہ صحیح نہیں۔

آپ کو معلوم نہیں کہ ان الشر کے بندوں نے کن سخت حالات میں کام کیا، میں مثال کے طور پر کہتا ہوں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی جو ایران پیر اور بڑے پیر صاحب کے نام سے مشہور ہیں، اسلامی سلطنت قائم نہیں کر سکے وہ بیٹھے بیٹھے وعظ کہتے تھے، عباسی خلیفہ نے اسلامی نظام کو معطل کر رکھا تھا، اور خلافت پر قابض تھا، اس وقت خلافت علی منہاج النبوت قائم نہیں تھی، اس وقت شیخ عبدالقادر جیلانی نے اس کی کوشش کیوں نہیں کی؟

حضرات! آپ کو معلوم نہیں کہ خدا کے اس شیر نے کیا کام کیا، آج تک افریقہ ان کا احسان مند ہے کہ وہاں اسلام ان کے سلسلہ سے پھیلا، انڈونیشیا، ہندوستان اور ملک ملک میں اسلام ان کے ذریعہ سے داخل ہوا، اور پھیلا اور انھوں نے کتنے مردہ دلوں کی سمیانی کی، مذموم کتنے لوگوں کو کفر و شرک سے نکالا پھر وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ عباسی خلفاء رسول شریعہ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کے لوگ ہیں، یہ قرآن مجید اسی طرح سمجھتے ہیں، جس طرح ہم سمجھتے ہیں، عربی النسل ہیں، ہاشمی ہیں، آخر کیا بات ہے کہ یہ خلافت کا حق ادا نہیں کرتے اصل بات یہ ہے کہ دنیا کی محبت ان پر غالب ہے، یہ نفس کے بندے بن گئے ہیں تو معلوم ہو کہ ساری خرابی کی جڑ نفس کی بندگی اور دنیا کی محبت ہے، اور وہ اسی مرض کا علاج کرتے تھے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آج پاکستان میں کیا خرابی ہے، کیا یہ ملک اور اس کے سربراہ مسلمان نہیں؟ انھوں نے اسلام کے نام پر ملک بنا لیا تھا، اہل ہی مجھے پاکستان کے ایک دوست نے بتایا کہ ہمارے ایک عزیز کا لڑکا لاپتہ پور میں حکومت کے خلاف مظاہرہ کرنے والے ایک جلوس میں شریک تھا، کسی نے نعرہ لگایا کہ پاکستان کی بنیاد کس پر پڑی؟ تو اس نے

کہا کہ "لا ازالا اللہ رسول اللہ" پر اسی وقت ایک گونی اس کے سینہ کو لگی اور اس کا کام تمام ہو گیا۔ بتائیے کہ اس نے مسلمان کے ہاتھ سے گولی کھائی یا کسی غیر مسلم نے کسی ملک سے آکر اس کو گولی کا نشانہ بنایا؟ یہ جو ہو رہا ہے کہ مسلمان مسلمان کو مار رہا ہے کیوں مار رہا ہے؟ اگر کوئی خدا کا بندہ اس فساد کی جڑ دنیسا کی محبت اور نفس پرستی کو سمجھتا ہے تو اس نے کیا غلط کام کیا کہ ساری عمر اس سے لڑتا رہا؟

اسلام کے دنیا میں اس وقت باقی اور محفوظ رہنے میں

ان سب گولی کا حصہ ہے جنہوں نے اس کی خدمت میں حصہ لیا

بعض مرتبہ کسی وجہ سے یہ ذہن بن جاتا ہے کہ ایک ہی کام ہے اگر کسی نے اسلامی حکومت قائم کرنے کی کوشش نہیں کی تو گویا اس نے کوئی کام نہیں کیا، چاہے وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ہوں یا حضرت مجدد الف ثانی یا حضرت شاہ ولی اللہ یہ تاریخ کے سطحی مطالعہ کا نتیجہ ہے، میں صاف کہتا ہوں کہ اسلام اب جو دنیا میں محفوظ ہے اور زندہ ہے اس میں سب کا حصہ ہے، محدثین، فقہاء، جلیما و امت اولیاء اللہ سب کا اس میں حصہ ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ "امام ابوحنیفہ" کیا کرتے تھے؟ نماز روزے کے مسائل بتاتے تھے انھیں تو اسلامی خلافت و سلطنت قائم کرنی چاہیے تھی۔ تو صاحبو! خلافت تو قائم ہو جاتی لیکن آپ کو نماز پڑھنا کون کھاتا؟ اور وہ خلافت کس کام کی جس میں نماز پڑھنا کسی کو نہ آتا ہو؟

وہ لوگ جن کو ہم زمین میں اقتدار دیں گے	الَّذِينَ إِن مَنَّآهُمْ فِي الْأَرْضِ
تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے	أَنَامُوا السَّلَامَةَ وَأَتَوُا الزَّكَاةَ
یہ نہیں کہ جن کو ہم نماز پڑھنا سکھائیں گے	وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا

لہ یہ بات ذہن میں رہے کہ قیصر پاکستان کے عمومی انتخابات کے بعد سٹریڈو انفارمٹی بھٹو کی حکومت کے زمانہ میں آیا۔

عَنِ الْمَنْكُرِ وَجِلَّةِ عَائِدَةِ الْأُمُورِ  
 وہ حکومت قائم کر لیں گے، ترتیب یہ ہے کہ  
 حکومت اس لئے ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے  
 فضا ہو اور جو کوئی حذر نہ کر سکے۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں، سَخَّيْنَا لَكَ نُجُومًا كَتُوبًا فَتَنَّا قَوْلَهُمْ لِلَّهِ يَوْمَئِذٍ كُلُّ جَنَّةٍ يَرَىٰ خَلْقَ رَبِّهَا  
 میں نہ آئے کہ سب ناقص تھے، کسی نے اسلام کو سمجھا نہیں، کسی نے پورے اسلام کو قائم کرنے کی کوشش  
 نہیں کی، یاد رکھئے سب لوگ اپنے امکان و استطاعت کے مطابق دین کی خدمت اور اس کی حفاظت  
 میں لگے ہوئے تھے، کوئی وعظ کہہ رہا تھا، کوئی تقریر کر رہا تھا، اور کوئی حدیث پڑھا رہا تھا، کوئی فتوے  
 لے رہا تھا اور کوئی کتابیں لکھ رہا تھا اپنی اپنی جگہ اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی تربیت کا کام کر رہے  
 تھے اور ہر ایک نے الگ محاذ سنبھال رکھا تھا۔

## صوفیاء کا کارنامہ

جن لوگوں نے اپنی جگہ ٹیٹھ کر اللہ کا نام سکھایا اور لوگوں کی تربیت کی ان کے کام کی تعمیر نہ کی  
 جائے، یہ کام انھوں نے کیا جن کو عرف عام میں صوفیائے کرام کہتے ہیں، آپ کو معلوم نہیں کہ صوفیائے  
 کرام نے کیا خدمت انجام دی؟ انھوں نے اسلامی معاشرہ کو زوال سے بچایا، اس کا میرے پاس ثبوت  
 ہے، انھوں نے ایسا بنیادی کام کیا کہ اگر وہ نہ کرتے تو امدیت کا یہ سیلاب لوگوں کو بہا کر لے جاتا اور تنکے  
 کی طرح امت اسلامیہ پہنچی، انہی کی وجہ سے لوگ ڈکے ہوئے تھے اور ہوس رانی، نفس پرستی کا بازار  
 گرم نہیں ہونے پاتا تھا، اور جو کوئی اس کا شکار ہو جاتا تھا تو فوراً اس میں احساس پیدا ہوتا تھا کہ ہم غلط  
 کام کر رہے ہیں، ان کے پاس آتا تھا، روتا تھا، استغفار کرتا تھا، پھر یہ صوفیاء و مشائخ کام کے آدمی

بناتے تھے اور اپنی جگہ پر فٹ کرتے تھے تاریخ ہماری ناقص ہے، میں نے "تاریخ دعوت و عزیمت" کے مقدمے میں لکھا ہے کہ نقص تاریخ نویسی کا ہے، نقص تاریخ اسلام کا نہیں، تاریخ اس طرح لکھی گئی ہے کہ وہ سرکارِ دربار کے گرد گھومتی رہتی ہے، اس میں ان اصلاحی کوششوں کا پورا جائزہ نہیں لیا گیا ورنہ کوئی تھلا نہیں۔

## اسلام و قرآن صدیوں تک معمر نہیں بنے رہے

یہ کبھی نہ سمجھے گا کہ اسلام کو اب کچھ لوگ سمجھے ہیں اس سے پہلے کوئی پورے اسلام کو سمجھا ہی نہیں، یہ اسلام پر بڑا الزام ہے، یہ اسلام کی صلاحیت پر بڑا دھبہ ہے اس سے قرآن شریف کی زندگی اور اس کا واضح اور قابل فہم ہونا مشکوک بن جاتا ہے، جس کو "کتاب عن ربی شہید" "سائے عن ربی مبین" کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے، اس کے علاوہ جو کتاب ہزار بارہ سو برس تک نہ سمجھی گئی ہو، اب کیا اطمینان ہے کہ وہ صحیح سمجھی گئی ہو؟ اس لئے میں ہر اس تحریر کو مضربھٹھا ہوں جو یہ تاثر دے کہ پورے اسلام کو ہزار بارہ سو برس تک نہیں سمجھا گیا، یا بعض بعض اسلامی شخصیتیں اس وقت تک بالکل تاریکی میں ہیں، میں اس کو بالکل ماننے کے لئے تیار نہیں، اسلام کے بنیادی اصول قرآن کے حقائق اور دین کے قطعیات، تسلسل کے ساتھ چلے آ رہے ہیں، اگر کوئی سمجھتا ہے کہ وہ عرصہ تک نہیں سمجھے گئے تو یہ اس کے نظر کی کوتاہی ہے، ایک بات بھی کوئی ثابت کرنے کی حقیقت بالکل عالم اسلام بھول گیا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ایک سنت بھی نہیں ہے جو پورے طور پر عالم اسلام سے کلیتاً اٹھ گئی ہو، اگر اس کو نہ پر موجود نہیں تھی تو اس کو نہ پر موجود تھی، گویا بقول اقبال سے

جہاں میں اہل ایماں صورتِ نور شید جلتے ہیں  
ادھر ڈوبے ادھر نکلتے، ادھر ڈوبے ادھر نکلتے

جیسے سورج حقیقتاً نہیں ڈوبتا، ایک جگہ ڈوب گیا لیکن دوسری جگہ نکلا ہوا ہے، ویسے ہی اسلام کی حقیقتیں کہ اگر ایک جگہ ان پر پردہ پڑ گیا تو دوسری جگہ دوسرے لوگ میلہ ہو گئے اور اس کے لئے جان کی بازی لگا دی، یہ بات ذہن میں ہرگز نہیں آئی چاہئے کہ ہزار برس گذر گئے کسی نے اسلام کو پونے طور پر سمجھا ہی نہیں، گویا اسلام کوئی چیتاں ہے، عقیدہ تشریح کی طرح ایسی چیز ہے جسے سمجھانے کے لئے بڑا فلسفہ چاہئے نہیں۔ ایسا نہیں، ممکن ہے ہمارا آپ کا دوبارہ ملنا نہ ہو، میں یہ باتیں آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں، کسی پرچہ مقصود نہیں صرف اس لئے کہ پوری وضاحت کے ساتھ یہ باتیں آپ کے سامنے آجائیں ایک بات تو یہ کہ سلف سے حسن ظن رکھئے، اور ان کے لئے دعا کرتے رہئے قرآن شریف میں ہے۔

اور (ان کے لئے بھی) جو ان (ہاجرین) کے بعد	وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ
آئے (اور) دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارے	رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا
اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے	بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا
ہیں گناہ ممان فرما اور مومنوں کی طرف سے	غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ
ہمارے دل میں کہینہ (رحمہ) نہ پیدا ہونے سے	رَحِيمٌ۔
ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت کرنے والا ہر جان ہے	

آپ سلف کے ساتھ حسن ظن رکھئے اس میں ایمان کی بڑی حفاظت ہے، ورنہ آدمی کی زبان بے باک ہو جاتی ہے اور جو چاہتا ہے کہہ دیتا ہے، بھالی کیا دین کو وہ لوگ نہیں سمجھے جو ہم سے عمل میں، علم میں، انابت میں کہیں بڑھے ہوئے تھے، جب وہ نہیں سمجھے تو ہم کیسے اعتبار کریں کہ ہم سمجھ گئے۔

## نمازوں کا اہتمام

ایک چیز یہ کہ اس ملک میں ایمان کے حفاظت کی صورت یہ ہے کہ آپ نمازوں کو ہاتھوں سے نہ جلانے دیں، نمازوں کو وقت پر پڑھنے کی پوری کوشش کریں حضرت عمرؓ نے ایک گشتی فرمان میں لکھا تھا 'تمہارے تمام امور و معاملات میں سب سے اہم نماز ہے جس نے اس کی حفاظت کی وہ تمام چیزوں کی حفاظت کرے گا اور جس نے اس کو ہاتھ سے جانے دیا اور ضائع کر دیا وہ کوئی چیز باقی نہیں رکھے گا پس نماز کو قائم رکھئے، بچا ہے بازار میں یا کہیں بھی ہوں فرض پڑھ ہی لیجئے باقی سنتوں کو بھی حتی الامکان ادا کرنے کی کوشش کیجئے یہ سنتیں اور نوافل فرائض کو بھی محفوظ رکھتے ہیں۔

اور آخری بات یہ ہے کہ یہاں کی تہذیب سے جو اپنے نقطہٴ عروج پر ہے، اپنی حفاظت کیجئے، مجھے یہاں بعض باتوں میں بہت تساہل نظر آیا، میں صاف کہے دیتا ہوں کہ یہاں مغربوں اور عورتوں کا اختلاط بہت زیادہ ہو گیا ہے، حتی الامکان مخلوط جلسوں، اور مجالس سے بچنے کی کوشش کیجئے، اگر کہیں مجلس ہو جائے، رتوں کی شرکت ہو، اور وہاں آپ کی شرکت ضروری ہو تو ان کا حلقہ الگ رکھئے، یہاں تک کہ ان کا راستہ تک الگ رکھئے، اس میں بڑی حفاظت ہے، اسلامی معاشرت بڑی حکمتوں پر مبنی ہے اور حدیثوں میں مردوں اور عورتوں کے تجلیے کے لئے بہت سخت الفاظ آئے ہیں، بہت ڈرا گیا ہے، امر کی تہذیب کے ان اثرات کو آپ قبول نہ کریں، جہاں تک ہو سکے اسلامی تمدن، اسلامی معاشرت کی حفاظت کریں اور اس کے اچھے خصوصیات اور ان کے اچھے اجزاء کو باقی رکھنے کی کوشش کریں۔

آخر میں میں آپ حضرات سے یہ عرض کروں گا کہ خدا کرے میری گفتگو سے آپ کو غلط فہمی نہ ہو، اور یہ نہ سمجھیں کہ میں کوئی جارحانہ یا منفی بات کہہ رہا ہوں، میں نے جو کچھ کہا ہے، آپ کی ہمدردی میں کہا ہے، اور اپنا فرض سمجھ کر کہا ہے، میرے دل میں سب کا احترام ہے، اور وسعت قلب میں

بدنامی کی حد تک مشہور ہوں، میرے تعلقات خدا کے فضل سے مختلف انجیال لوگوں سے ہیں اور میں  
 سب کی قدر کرتا ہوں، لیکن میں نے اپنا اخلاقی فرض سمجھ کر چند باتیں آپ کے سامنے رکھ دیں، انشاء اللہ  
 بقدر توفیق اور بقدر استطاعت آپ لوگوں کے لئے دعا بھی کرتا رہوں گا، اور آپ سے کبھی مجھے  
 یہی امید ہے۔



# مغرب سے کچھ خاص باتیں

مولانا ابوالحسن علی ندوی کے ان خطبات و مقالات کا مجموعہ جو یورپ اور ہندوستان میں مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر پیش کیے گئے، ان مقالات و خطبات میں بڑی جرأت کے ساتھ مغربی تہذیب کے نقائص پر نکتہ چینی اور مشرق کے پرستار ان مغرب کی غلامانہ ذہنیت اور اندھی تقلید پر صاف صاف تہمت لگائی ہے۔ اور مشرق و مغرب کی درمیانی خلیج کو پلٹنے اور انسانیت کی صحیح رہنمائی و خدمت کے لئے ایک راہِ احمدیٰ کا نشانہ ہی کی گئی ہے۔

اردو ایڈیشن میٹری کتابت و طباعت مجلد ۱ سائز ۱۵x۲۲

صفحات ۱۹۶ قیمت: ۸۰

انگریزی ایڈیشن میٹری طباعت و کاغذ۔

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ

(دارالعلوم ندوۃ العلماء)